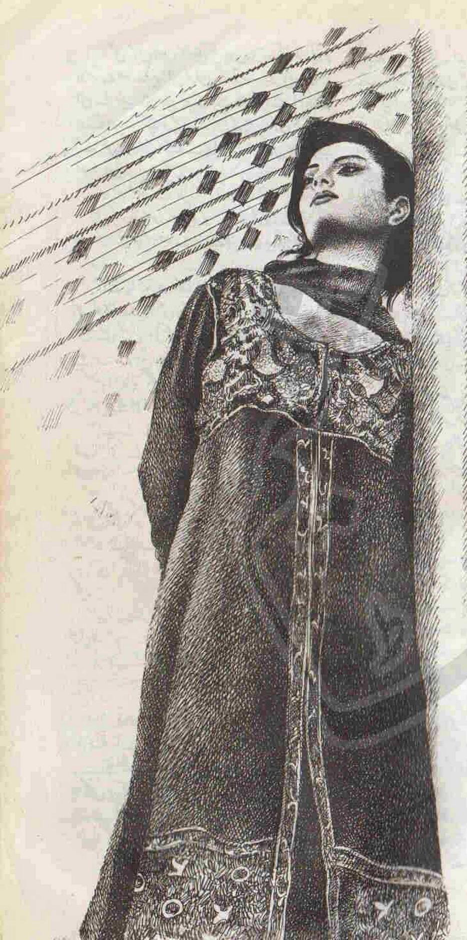

مریم عزیز

ہم نے دل کو روگ لگا رکھا

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی جیسے کسی نے انگلی سے بجایا ہو۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے وال کلاک کو دیکھا اور برا سا منہ بنا کر ایک بار پھر کمبل منہ پر لے لیا۔ دھڑ دھڑ کی آواز پر اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔ اب دروازے کو بری طرح پیٹا جا رہا تھا۔ اس نے جھٹکے سے کمبل کو خود سے الگ کیا۔

"کیا تکلیف ہے؟" اس نے دھاڑ کر پوچھا۔

"باجی! اب اٹھ جائیں، تائی جی غصہ کر رہی ہیں۔" حبیبہ کی آواز پر اس نے بے اختیار دانت پیسے۔ جمائی روک کر انگڑائی لی۔

"باجی!" اس کی خاموشی پر باہر سے پھر پکار پڑی تھی۔

"مر نہیں گئی، زندہ ہوں۔ ایک سنڈے کے دن بھی سونا نصیب نہیں ہوتا۔" اس نے اونچی آواز میں جواب دیا اور بڑبڑاتے ہوئے بستر چھوڑ دیا۔ باتھ روم میں جانے سے پہلے اس نے دروازے کو دیکھا۔ جانتی تھی تائی جی کی چمچی ابھی بھی باہر کھڑی ہو گی۔ اس کے دروازہ کھولتے ہی بڑے خوشگوار انداز میں اسے مسکراہٹ سے نوازا گیا۔ وہ کچھ دیر اسے گھورتی رہی پھر خود ہی گھورنے کا سلسلہ موقوف کر کے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی کیونکہ ان گھوریوں کا وہاں کوئی اثر ہونے والا نہیں تھا۔ تولیے سے منہ صاف کرتے ہوئے وہ بڑے کمرے میں داخل ہوئی۔ ابو کو وہاں موجود دیکھ کر اس نے مسکرا کر سلام کیا۔

"آج بڑی جلدی اٹھ گئیں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے گھڑی کو دیکھا جو نو بجا رہی تھی۔

مکمل ناول

"اٹھی نہیں ہوں' اٹھائی گئی ہوں۔" وہ گیلے تولیے کو دوسرے صوفے پر ڈال کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔ "وہ جو امی نے حبیبہ نامی جلاد میرے پیچھے لگایا ہوا ہے' اس کے ہوتے ہوئے آپ توقع رکھتے ہیں کہ میں سکون کا سانس لے سکوں گی۔" وہ غصے سے بولی' تب ہی کہیں سے حبیبہ نمودار ہوئی۔

"میرا کیا قصور ہے' تائی جی نے کہا تھا۔"

اس کی رونی صورت دیکھ کر اس نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ حبیبہ کے پیچھے امی کا چہرہ دیکھ کر منہ بند کر لیا۔

"اسے کیا کہتی ہو' مجھ سے بات کرو۔ تمہیں پتا نہیں اس کو بخار ہے پھر بھی وہ میرے ساتھ کام میں لگی ہے۔ اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ جلدی اٹھ کر اس کا ہاتھ بٹا دو۔ نو بجے تک بستر توڑتی رہتی ہو۔"

"میرا بستر تو صحیح سلامت ہے۔" اس نے دھیمی آواز میں پاس بیٹھے ابو کو اطلاع پہنچائی۔

"باپ کے ساتھ کیا کھسر پھسر کر رہی ہو' مجھ سے بات کرو۔" امی نے ماتھے پر بل ڈال کر ان دونوں باپ بیٹی کو گھورا۔

"اب اگر آپ نے مجھے ڈانٹ لیا ہو تو میں ناشتا کر لوں؟" وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھی۔

"عیشہ! پالک لے کر برآمدے میں آجانا۔"

"جی اچھا۔" وہ گنگناتے ہوئے مگ میں دودھ ڈالنے لگی۔

"یہ تولیہ یہاں کس نے رکھا۔ یا اللہ کیا کروں میں اس لڑکی کا۔" باہر سے آتی امی کی تیز آواز پر اس نے بے ساختہ زبان دانتوں تلے دبا کر اپنے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے سر اٹھا کر حدِ نظر پھیلے نیلے آسمان کو دیکھا' جہاں اکا دکا نظر آتے سفید بادل نیلے آسمان کی خوبصورتی کو بڑھا رہے تھے لیکن موسم کی خوشگواری بھی اس کی طبیعت کے بوجھل پن کو کم نہیں کر سکی۔ اس نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے پانی کے پائپ کو چھوڑ دیا۔ پائپ سے نکلنے والی پانی کی دھار تیزی سے صحن کو بھگونے لگی۔

"عیشہ..." ابو کے پکارنے پر وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ اندر جانے سے پہلے نل بند کر کے پائپ سمیٹنا نہیں بھولی تھی۔

"کیا کر رہی ہو بیٹا؟"

"کچھ نہیں' بس گملوں میں پانی ڈال رہی تھی۔ آپ بور ہو رہے ہیں؟" اس نے سوئی ہوئی امی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ کچھ۔" ان کے انداز پر وہ مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

"اب کہاں جا رہی ہو؟"

"رات کے لیے کچھ بنانے اور آپ کے لیے چائے بھی لے آتی ہوں۔"

"اچھا سنو' وہاب کو بھی فون کر دینا۔ دو دن ہو گئے ہیں' آیا ہی نہیں۔"

وہ سر ہلا کر کچن میں آگئی۔

"وہاب کو فون کرتی ہے میری جوتی۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے پریشر ککر کا ڈھکن زور سے بند کیا۔ اسی وقت باہر بجتی ہوئی بیل پر اس کا غصہ مزید سوا ہو گیا۔ وہ جارحانہ انداز میں دروازے کی طرف بڑھی۔ سوراخ سے جھانکنے پر صرف بائیک نظر آئی تھی لیکن اس کے باوجود اس نے اس کے سوار کو پہچان لیا تھا۔ اس نے چہرے کے تاثرات کو مزید سنجیدہ کرتے ہوئے دروازہ کھول دیا اور ایک نظر اس پر ڈال کر واپس مڑ گئی۔ چند لمحے بعد مسکراتے ہوئے وہ چائے کے پانی میں مزید ایک کپ کا اضافہ کر رہی تھی۔ ساری بیزاری یک دم اڑن چھو ہو گئی تھی۔

جب وہ چائے لے کر اندر آئی تو منظور صاحب ہنس رہے تھے اور فرحت جو دوپہر سے جوڑوں کے درد سے نڈھال لیٹی تھیں' اب ہشاش بشاش بیٹھی تھیں اور یہ یقیناً آنے والی ہستی کا کمال تھا۔ چائے رکھ کر وہ واپس کچن میں آگئی۔ جانتی تھی' وہ ضرور پیچھے آئے گا۔ کچھ دیر بعد چائے کا کپ تھامے وہاب کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے رخ موڑ کر اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"حبیبہ نظر نہیں آرہی؟" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر وہاب نے پوچھا۔

"اسے بخار تھا' سو رہی ہے۔"

"اسی لیے تم نے کچن کو رونق بخشی ہوئی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "چاچو سمجھ رہے تھے کہ میں تمہارے فون

کرنے پر آیا ہوں۔"

"ہاں' وہ ابو نے کہا تھا' پر مجھے یاد نہیں رہا۔"

"یاد نہیں رہا۔" عیشہ کے لاپروا انداز پر وہ تلملا کر بولا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔

اپنے پیچھے چھایا مسلسل سکوت محسوس کر کے وہ پلٹنے پر مجبور ہو گئی۔ وہ بڑی سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں واقعی میری غیر موجودگی محسوس نہیں ہوئی؟" عیشہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں عیشہ!"

"جھگڑا تم نے شروع کیا تھا۔"

"لیکن بات کو طول تم نے دیا تھا۔" وہ دوبدو بولا۔

"میں نے طول دیا تھا؟" عیشہ نے غصے سے اپنی طرف اشارہ کیا۔ "دو دن سے نہ آکر تم بات کو بڑھا رہے ہو۔"

"تم مجھے فون کر سکتی تھیں۔"

"میں کیوں فون کرتی' ناراض تم ہوئے تھے' میں نہیں۔ تمہارے نزدیک میری بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی۔"

"عیشہ! اب تم زیادتی کر رہی ہو۔ کب میں نے تمہاری بات کو اہمیت نہیں دی لیکن بعض معاملات ایسے ہیں جن میں مجھے کسی کی دخل اندازی پسند نہیں۔"

اس کے قطعی انداز پر عیشہ کی آنکھوں سے تاسف جھلکنے لگا۔ "میں "کسی" نہیں ہوں وہاب! تمہاری منگیتر ہوں۔ تمہاری زندگی کے ہر معاملے سے میرا گہرا تعلق ہے پھر میں کیا تمہیں کسی بات کا مشورہ نہیں دے سکتی۔"

"پلیز عیشہ! تم ہر بات کو دل پر کیوں لے لیتی ہو۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"کیونکہ جن سے محبت کی جائے' وہ "کسی" نہیں ہوتا۔ پہلے محبت ہوتی ہے پھر کچھ اور جبکہ تم "میں" سے ہی باہر نہیں نکلتے۔"

"ہم جب بھی اس موضوع پر بات کرتے ہیں' بات الجھ جاتی ہے۔ سو فارگیٹ اٹ۔ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔" اس کے مسکرانے پر عیشہ نے سر جھکا کر گہرا سانس لیا۔

وہ جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"اچھا اب ناراض تو نہیں؟"

"تمہیں میری ناراضی کی پروا ہے؟"

"او میرے خدا!" وہاب نے اپنا سر پکڑ لیا تو وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی لیکن اس سے پہلے ہی وہ دروازے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

"پہلے بتاؤ' ناراض تو نہیں؟"

"ہٹو وہاب! مجھے باہر جانا ہے۔" اس نے جھنجلا کر اس کے لمبے چوڑے وجود کو دیکھا۔

"پہلے بتاؤ۔" وہ اب بھی اپنی بات پر اڑا تھا۔

"ہمیشہ اپنی منواتے ہو' ہٹو پیچھے۔ نہیں ہوں ناراض۔" وہ اسے دھکیل کر باہر نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

"حبیبہ..." عیشہ کی آواز پر اس نے بمشکل اپنی جلتی ہوئی آنکھیں کھولیں۔

"اٹھو' تھوڑا سا کھا لو۔"

"باجی! میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے ہاتھ سے پلیٹ کو پیچھے دھکیلا۔

"دل نہیں چاہ رہا پھر بھی کھانا ہے۔" عیشہ نے اس کا بازو پکڑ کر زبردستی اسے اٹھایا تو اس نے برا سا منہ بنا کر پلیٹ عیشہ کے ہاتھ سے لے لی۔

"تھک گئی ہیں۔" حبیبہ نے اسے اپنا بازو دباتے دیکھ کر پوچھا۔

"تھوڑا سا۔"

"آپ نے میرے لیے الگ سے کھانا کیوں بنایا؟" اس نے کھچڑی کا ایک چمچہ منہ میں ڈالنے سے پہلے عیشہ کو دیکھا۔

"بھئی۔ اب بیمار بندے کو اتنا پروٹوکول تو دینا پڑتا ہے۔" عیشہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہی لیٹ گئی۔ یکدم حبیبہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"کیا ہوا حبیبہ! طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے؟" اسے روتا دیکھ کر وہ ایک دم اٹھ گئی اور پریشانی سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"باجی! میری وجہ سے آپ یونیورسٹی بھی نہیں

جارہی ہیں۔ میں جانتی ہوں' آپ کو اتنا کام کرنے کی عادت نہیں لیکن آپ صبح سے کام کررہی ہیں۔" جبیبہ نے بھیگی نظروں سے اپنے دائیں طرف بیٹھی عیشہ کو دیکھا۔ "آج صبح سے مجھے اتنی شرمندگی محسوس ہورہی ہے۔ میری اتنی اوقات نہیں کہ آپ میرے لیے بار بار کھانا لے کر آئیں۔ میں تو پہلے ہی آپ پر بوجھ ہوں۔"

عیشہ کوئی جواب دیے بغیر کھڑی ہوگئی۔ جبیبہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"باجی! میں....."

"شٹ اپ جبیبہ!" عیشہ نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔ "لگتا ہے بخار تمہارے دماغ کو چڑھ گیا ہے' اس لیے اول فول بک رہی ہو۔ میرے آنے تک تمہاری پلیٹ خالی ہونا چاہیے۔ میں تمہارے لیے دودھ لاتی ہوں۔"

اسے مسلسل روتا دیکھ کر اس نے اپنے لہجے کو مزید سخت کرلیا۔ کچن میں آکر وہ بے اختیار جبیبہ کے متعلق سوچنے لگی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا' وہ ان دنوں میٹرک میں تھی۔ جب منظور صاحب' جبیبہ کو لے کر آئے تھے۔ اس کے ماں باپ اور بھائی کو کسی خاندانی تنازعہ کی وجہ سے قتل کردیا گیا تھا۔ صرف وہی بچی تھی اور کوئی بھی اس یتیم کی سرپرستی کو تیار نہیں تھا۔ جبیبہ کے والد منظور صاحب کے کزن تھے۔ وہ صرف تعزیت کے لیے گئے تھے لیکن جبیبہ کی قابل رحم حالت دیکھ کر اسے اپنے ساتھ لے آئے۔

"عیشہ! تم ہمیشہ کہتی تھیں نا کہ تمہارا کوئی بھائی یا بہن نہیں۔ دیکھو' میں تمہاری بہن لے کر آیا ہوں۔" منظور صاحب کی چہکتی ہوئی آواز پر اس نے ان کے پہلو میں کھڑی خود سے چار سال چھوٹی اس لڑکی کو دیکھا جو سہمی ہوئی نظروں سے کبھی فرحت کو اور کبھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے مسکرانے پر وہ سہمی ہوئی نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ عیشہ نے آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگا لیا اور آج پانچ سال گزرنے کے بعد اسے صرف اتنا یاد تھا کہ جبیبہ اس کی بہن ہے۔

اس نے گہرا سانس لے کر ابلتے ہوئے دودھ کو دیکھا اور چولہا بند کردیا۔

۞ ۞ ۞

"ہیلو!" نامانوس آواز پر عیشہ کا چلتا ہوا ہاتھ رک گیا۔ اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا' جہاں ایک لڑکی مسکراتی آنکھیں لیے اس کی توجہ کی منتظر تھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" لڑکی نے عیشہ کے قریب اشارہ کیا۔

"شیور' وائے ناٹ۔" عیشہ بے نیازی سے جواب دے کر پھر فائل پر قلم دوڑانے لگی۔

"میرا نام صومیہ ہے' صومیہ نعیم۔ آپ کی کلاس فیلو ہوں۔"

عیشہ کو ایک بار پھر قلم روکنا پڑا۔ "میں عیشہ منظور ہوں۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" صومیہ مسکرا کر بولی۔

"سیم ٹو یو۔" مروتاً اسے بھی کہنا پڑا۔

"دراصل ہم اسی سال اسلام آباد سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں۔ کچھ دن پہلے میں نے یونیورسٹی جوائن کی' تب کوئی کلاس نہیں ہورہی تھی۔ آج ایک ہفتے بعد آئی ہوں تو کافی لیکچرز مس ہوگئے ہیں۔ کیا آپ مجھے اپنے نوٹس دے سکتی ہیں؟۔"

عیشہ نے چونک کر اثبات میں سر ہلایا اور فائل سے نوٹس نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ وہ کچھ دیر تو صفحے الٹ پلٹ کرتی رہی پھر عیشہ کو دیکھنے لگی۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کیا آپ مجھے اس کے مین پوائنٹ سمجھا سکتی ہیں۔؟"

عیشہ نے بڑی مشکل سے کسی ناگوار تاثر کو چہرے پر آنے سے روکا۔

اور پھر شاعری کے اہم نکات سمجھاتے ہوئے اس نے اچانک اس کا چہرہ دیکھا جو بائیں ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے بہت انہماک سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"لگتا ہے آپ کو مزید سمجھنے کی ضرورت نہیں۔" عیشہ کے چہرے پر اب شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔ صومیہ نے گڑبڑا کر چیزیں سمیٹتی عیشہ کو دیکھا۔

"عیشہ! آپ ناراض ہوگئی ہیں۔" صومیہ نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما جبکہ عیشہ اس کے فدا ہونے والے انداز پر حیران ہوکر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کی کوئی دوست نہیں؟" اس کے بے تکے سوال پر عیشہ نے گہرا سانس لے کر سر نفی میں ہلایا۔

"کیوں؟"

"کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔" وہ بے دھیانی سے بولی۔

"لیکن دوستی بہت اچھی چیز ہے۔ اس کا احساس میں آپ کو دلا سکتی ہوں۔ مجھ سے دوستی کریں گی؟" اس نے اچانک ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ عیشہ نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا' جہاں بہت نرم سا تاثر تھا۔

"یقین کرو' میں بہت اچھی دوست ثابت ہوں گی اور جب تک تم مجھ سے دوستی نہیں کروگی' میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔" وہ تکلف کی دیوار ایک سیکنڈ میں گرا کر دھمکانے لگی تو عیشہ بے اختیار مسکرادی۔

"ہاؤ سویٹ۔" صومیہ نے بے اختیار اس کا گال چھوا۔ اس کے انداز پر عیشہ جھینپ کر مسکرادی۔

"چلو' کلاس شروع ہونے والی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چلنے لگی۔ اس کی آج تک کسی سے بہت گہری دوستی نہیں ہوئی تھی لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ دوستی جیسا رشتہ اور کہیں نہیں۔

۞ ۞ ۞

"اتنی مروت بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی۔" سامنے بیٹھے بچے کو گھورتے ہوئے اس نے خود سے کہا اور گہرا سانس لے کر سجے سجائے کمرے کا آٹھویں دفعہ جائزہ لینے لگی۔ یہ خوبصورت کمرہ ایک مشہور اسکول کا حصہ تھا اور وہ اس وقت پرنسپل کی سیٹ پر براجمان تھی اور اس سیٹ پر اسے بٹھانے کا سارا کریڈٹ منور انکل کو جاتا تھا جو اس کے ابو کے بیسٹ فرینڈ تھے۔ اسکول کو شروع ہوئے ایک سال ہی ہوا تھا لیکن اچھی شہرت اور انتظام کی وجہ سے' جلدی بہت مشہور ہوگیا تھا۔ آج کل ایڈمیشن کا سلسلہ چل رہا تھا اور انکل کا اپنے کسی رشتے دار کی ڈیتھ کے سلسلے میں جانا ضروری تھا۔ اسٹاف پر انہیں زیادہ بھروسا نہیں تھا' اس لیے انہوں نے ایک دن کے لیے اس کی خدمات حاصل کرنے کا سوچا تھا۔ ایک بار پہلے بھی وہ بڑی خوشی خوشی گئی تھی لیکن اتنی تعداد میں چھوٹے بچے اور ان کی بلند و بالا چیخیں سن کر اس نے آئندہ جانے سے توبہ کرلی تھی لیکن کل انکل کی پریشان صورت دیکھ کر اور کچھ اپنی ازلی مروت کے ہاتھوں "ہاں" کر بیٹھی تھی۔ سوچا تھا' کون سا بچوں کو پڑھانا ہے' صرف نظر ہی رکھنی ہے لیکن یہاں آکر یہ "نظر رکھنا" بھی اسے کافی بھاری پڑا تھا۔ پچھلے چار گھنٹے سے وہ ٹکر ٹکر کبھی انٹرویو لیتی مس نگین کو اور کبھی دس منٹ بعد بدلنے والے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ تنگ آکر وہ کھڑی ہوگئی۔

"مس نگین! میں ابھی آتی ہوں۔" مس نگین کے سر ہلانے پر وہ باہر آگئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے اس کے موڈ پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ وہ سیدھی لان میں لگے جھولوں کی طرف آگئی۔ جھولے پر بیٹھ کر اس نے اردگرد نظریں دوڑا کر کسی کے نہ ہونے کا اطمینان کیا اور جھولا جھولنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سلائیڈ کی طرف آگئی۔ تین اسٹیپ چڑھنے کے بعد وہ اپنی بچکانہ حرکت پر خود کو سرزنش کرتی ہوئی واپس اتر گئی۔ اس نے کیچر میں جکڑے بالوں کو آزاد کیا تو اسٹیپ کٹنگ والے سلکی بال چہرے کے اطراف بکھر گئے۔ اس نے چہرہ آسمان کی طرف اٹھا کر آنکھیں بند کرلیں' اور فضا کی ٹھنڈک محسوس کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور امرود کے درخت کے پاس کھڑی ہوکر اس کا جائزہ لینے لگی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے امرود توڑنا چاہا لیکن وہ اس کی دسترس سے کافی دور تھا۔ اس نے اچک کر ہاتھ بڑھایا' دوسری کوشش پر اس کا پاؤں مڑا تھا اور وہ جھٹکے سے زمیں

خواتین ڈائجسٹ
کے خوبصورت ناول شائع ہوگئے ہیں
"ستاروں کا آنگن" نسیم سحر قریشی
قیمت ———— -/300 روپے
"ڈھلے چاند دل کے پار" ثمرہ بخاری
قیمت ———— -/300 روپے
"اے وقت گواہی دے" راحت جبیں
قیمت ———— -/300 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 - اردو بازار کراچی۔

بوس ہوگئی۔ اس کے بالوں نے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا اس نے دو زانو بیٹھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو مٹی سے لتھڑے ہوئے تھے۔ پھر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔ کپڑوں کو جھاڑ کر اس نے سر اٹھایا تو ساکت رہ گئی۔ گیٹ کے پاس اسے کسی وجود کا گمان ہوا تھا۔ اس نے چہرے پر آئے بالوں کو جلدی سے ہٹایا' وہاں واقعی براؤن ٹوپیس میں ملبوس ایک خوبرو شخص محظوظ مسکراہٹ چہرے پر لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا اور اس کے انداز سے لگ رہا تھا' وہ کافی دیر سے اس کے کرتب سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ خفت سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ وہ جھٹکے سے مڑی۔ آفس کی طرف بھاگنے کے سے انداز میں بڑھی۔

"مس نگین! اور کتنی دیر ہے؟" اس نے اندر آتے ہی سوال کیا۔

"بس میم! ایک دو اور لوگ ہیں۔"

"ٹھیک ہے' آپ تھک گئی ہوں گی۔ میں دیکھتی ہوں۔"

سامنے بیٹھے بچے سے جلدی جلدی دو تین سوال پوچھ کر اس نے ایڈمیشن دے دیا اور بچے کی مما جو بچے کی پرفارمنس دیکھ کر نا امید ہو چکی تھیں کھل اٹھیں۔

وہ "نیکسٹ" کا کہہ کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی' جہاں اب جلن ہو رہی تھی۔ اندر داخل ہونے والے گول مٹول بچے کو دیکھ کر وہ مسکرائی۔ اس کے ساتھ آنے والے شخص کو اس نے بیٹھنے کو کہا تھا۔

"آپ کا نام؟" اس نے بڑے اشتیاق سے بچے کا چہرہ دیکھا۔

"شیر دل۔" وہ بڑے فخر سے بولا تو وہ مسکرا کر اس شخص کی طرف مڑی۔

"آپ ان کے فادر ہیں؟"

"جی نہیں' ماموں۔"

"مے آئی کم ان!" اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اجازت مانگنے والی شخصیت کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی اور اس کے مسکراتے لب بھنچ گئے۔ جبکہ سامنے بیٹھا شخص حیران ہو کر کھڑا ہوا۔

"تم تو جانے والے تھے۔" سامنے کھڑے شخص نے دوسرے کی بات کو نظر انداز کر کے پھر حیرت زدہ سی اجازت مانگی۔

"جی۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"یہ میرا فرینڈ ہے۔" بچے کے ماموں نے آنے والے کا تعارف کروایا۔ اس نے مس نگین کو آواز دی جو اگلے لمحے ہی کمرے میں موجود تھیں۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ مس نگین کے سوالوں کے دوران اس نے خود کو لاپروا ظاہر کرنے کے لیے رجسٹر کھول لیا۔ کچھ دیر بعد اس نے دزدیدہ نظروں سے سامنے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پھر وہی مسکراہٹ آئی تھی جس نے عیشہ کے چہرے کا رنگ بدل دیا۔

"پتا نہیں مسکرانے کی بیماری ہے اس شخص کو۔" اس نے جھنجلا کر پھر نظریں رجسٹر پر گاڑ دیں۔

"ٹھیک ہے' آپ پے منٹ کر کے ایڈمیشن کارڈ لے لیں۔" مس نگین کے کہنے پر اس نے سکون کا سانس لیا۔ تاہم اس نے اس بار نظریں اٹھانے کی غلطی نہیں کی تھی۔ منور انکل کے ڈرائیور نے اسے چھوڑنے جانا تھا۔ اس کے آتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایکسکیوز می۔" اپنے پیچھے آنے والی آواز پر اس کے قدم رک گئے لیکن پیچھے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسے اپنے رکنے کا افسوس ہوا۔

"آپ اس اسکول کی پرنسپل ہیں؟۔" پتا نہیں وہ واقعی پرنسپل کے نام سے لاعلم تھا یا...... بہرحال اس شخص کی طرح اس کی آواز بھی خوبصورت تھی۔ اس نے دل ہی دل میں اقرار کیا تھا۔

"پرنسپل کا نام منور ادریس ہے۔"

"آپ....؟" وہ مشتاق نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں کچھ نہیں ہوں۔" وہ جواب دے کر تیزی سے آگے بڑھی۔ گیٹ سے نکلنے سے پہلے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ جھنجلاتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خود کو کوسنے کے بعد اپنی حرکتیں یاد آنے پر وہ خود بھی مسکرا دی۔

✡ ✡ ✡

"سچ عیشہ! میں ساری رات سو نہیں سکی۔ جب تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگنے لگتی تھی' تو نوٹس آنکھوں کے آگے لہرانے لگتے۔ میری وجہ سے بھائی بھی کتنی دیر تک جاگتے رہے۔"

"تمہاری کیسی تیاری ہے۔" پندرہ منٹ نان اسٹاپ بولنے کے بعد صومیہ کو اس کی تیاری کا خیال آیا۔

"جب آئی تھی' تو قطعی اچھی نہیں لگ رہی تھی لیکن تمہاری حالت دیکھ کر لگتا ہے' میری تیاری اچھی ہے۔" عیشہ نے اس کی گھبرائی ہوئی شکل سے نظریں ہٹا کر دوبارہ نوٹس پر دوڑانا شروع کر دیں۔

"او مائی گاڈ!" صومیہ کی چیخ پر وہ ڈر کر اچھل پڑی۔

"عیشہ! میری رول نمبر سلپ تو گھر پہ ہی رہ گئی۔" صومیہ کی رندھی ہوئی آواز پر اس کا دل چاہا' کوئی چیز اس کے سر پر دے مارے۔

"اب کیا کروں' ڈرائیور بھی چلا گیا ہوگا۔" وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی تو عیشہ نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ پیپر شروع ہونے میں ابھی چالیس منٹ تھے۔

"عیشہ پلیز! میرے ساتھ گھر چلوگی۔؟" صومیہ کے لجی انداز پر وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

"پلیز یار!" صومیہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ رکشہ ایک عالی شان گھر کے آگے رکا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی گیٹ کیپر نے گیٹ کھول دیا۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں چلتی ہوئی صومیہ کے پیچھے آئی جو بھاگ کر اندر چلی گئی تھی جبکہ وہ مبہوت ہو کر سامنے دور تک پھیلے لان کو دیکھنے لگی۔ جس کے آخری سرے پر ایک آبشار سا بنا تھا' لیکن اس وقت اس میں سے پانی نہیں نکل رہا تھا۔ لان کے تین اطراف میں پھول ہی پھول لگے تھے۔ وہ بے اختیار لان کی طرف جاتی روش پر چلنے لگی۔ ایسے لگ رہا تھا' وہ کسی گلستان میں نکل آئی ہو۔ اس نے سر اٹھا کر اس پرشکوہ عمارت کو دیکھا۔ اگر یہ گھر ایک کنال میں بنا تھا تو یہ لان بھی کم و بیش ایک کنال پر ہی پھیلا تھا۔

"عیشہ! چلو مل گئی۔" صومیہ کی آواز پر وہ چونک کر ہوش میں آئی۔ اسے گیٹ کی طرف بھاگتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی اور پھر کتنے دن تک اس کا دماغ الجھا رہا۔ اب بھی اس کا ارادہ پڑھنے کا تھا لیکن اس وقت بھی وہ صومیہ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس قدر امارت کے باوجود اس کے مزاج میں اتنی سادگی تھی کہ وہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

"شکر ہے' یہ بوجھ بھی سر سے اترا۔ اب رزلٹ میں تو ٹائم لگے گا لیکن لگتا ہے فائنل ایر کی کلاسز جلدی شروع ہو جائیں گی۔ سنا تھا اس دن سر لقمان کا طویل لیکچر۔" صومیہ نے بات کرتے کرتے عیشہ کا چہرہ دیکھا۔

"کیا ہوا' پیپر اچھا نہیں ہوا۔" وہ پریشانی سے عیشہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"نہیں' اچھا ہوا ہے۔"

"پھر تم اتنی چپ چپ کیوں ہو بلکہ میں اتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں۔ تم الجھی الجھی سی رہتی ہو۔" اس کے لہجے میں فکرمندی محسوس کر کے وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"صومیہ! تم نے مجھ سے دوستی کیوں کی تھی؟" آخر وہ سوال اس کی زبان پر آ ہی گیا جس نے پچھلے پندرہ دنوں سے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

"یہ سوال تمہیں ایک سال پہلے پوچھنا چاہیے تھا۔" صومیہ کے سنجیدہ انداز پر وہ ہنس پڑی۔

"میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں' تمہیں مجھ میں کیا اچھا لگا تھا؟۔"

"اپنی تعریف سننا چاہتی ہو۔؟" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "پہلی بار تمہارے چہرے نے اٹریکٹ کیا پھر تمہاری بے نیازی' تمہارے بال' تمہاری آنکھیں۔"

"بس بس۔" عیشہ نے یک دم سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اسے ٹوک دیا۔

"اور یہ بھی۔" صومیہ نے ہنستے ہوئے اس کے گالوں پر پھیلے رنگ کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن آج یہ خیال تمہیں آیا کیوں۔؟" صومیہ کے انداز پر وہ ہنس پڑی۔

"بس ایسے ہی۔" وہ مطمئن ہو کر گراؤنڈ میں نظریں دوڑانے لگی۔

"پتا نہیں عیشہ! لیکن تم واقعی مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ میری اور دوستیں بھی ہیں' لیکن یہاں تمہیں دیکھ کر مجھ پر بس ایک ہی دھن سوار ہو گئی تھی۔ تم کو قریب سے جاننا ہے' اپنا بنانا ہے۔" اس کے لہجے پر عیشہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

گھنے سیاہ بال' سیاہ بڑی بڑی آنکھیں' ستواں ناک' خوبصورت ہونٹ' گندمی چمک دار رنگت' لانبا قد۔ وہ خود بہت پرکشش تھی۔ شاید اسے احساس نہیں تھا۔ اسے غور سے دیکھتے ہوئے عیشہ کو احساس ہوا کہ اس نے ایسے ہی نقوش' اس سے ملتا جلتا چہرہ کہیں اور بھی دیکھا ہے لیکن کوشش کے باوجود اسے یاد نہ آسکا۔

"کبھی کبھی تم مجھے اتنی اچھی لگتی ہو کہ میں سوچتی ہوں۔ کاش میں لڑکا ہوتی.... "اس کے عاشقانہ انداز پر اس نے بے ساختہ اس کے کندھے پر مکا جڑا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تم بہت حسن پرست ہو۔" عیشہ بے ساختہ بولی تھی۔

"ہاں واقعی میں بہت حسن پرست ہوں۔ ہر خوبصورت چیز مجھے اپنی طرف کھینچتی ہے اور جب تک اسے حاصل نہ کرلوں، مجھے چین نہیں ملتا یا یوں کہہ لو۔ حسن میری کمزوری ہے۔" وہ برملا اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے لگی تو عیشہ مسکرادی۔

"میری اس عادت پر بھائی اکثر ٹوکتے ہیں اور ممی... وہ تو ڈانٹتی ہیں لیکن پھر بھی میں اپنی عادت بدل نہیں پاتی۔"

"صومیہ! تم نے کبھی بتایا نہیں، تمہارے گھر میں کون کون ہے؟"

"تم نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔" عیشہ شرمندہ ہوگئی۔

"اچھا اب ایسی شکل بنانے کی ضرورت نہیں۔"

"میرے گھر میں، میں ہوں، ممی ہیں اور میرے بڑے بھائی اور میں اپنے بھائی اور ممی کی لاڈلی ہوں۔" عیشہ مسکراتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

"چلو تمہارا ڈرائیور آگیا ہوگا اور ویسے بھی آج مجھے وہاب نے لینے آنا تھا۔"

"وہ، تمہارا کزن۔؟" صومیہ نے اپنی چیزیں اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" "اس دن تم پہلی بار ہمارے گھر آئیں لیکن میں تمہیں اندر بھی نہیں بلا سکی۔" صومیہ کے لہجے میں افسوس تھا۔

"اس وقت اندر بلانے والے حالات بھی نہیں تھے۔"

"اچھا پھر آؤ گی۔؟" صومیہ نے اشتیاق سے اس کا چہرہ دیکھا اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

"میرا آنا تو بہت مشکل ہے۔ تم آؤ نا، ہمارے گھر، تم بھی ہمارے گھر نہیں آئیں۔"

"کیسے آتی، تم نے بلایا ہی نہیں، ورنہ میں اڑ کر پہنچ جاتی۔" وہ باتیں کرتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگیں۔

"اچھا اب میں بلا رہی ہوں، ضرور آنا۔" سامنے کھڑے وہاب کو دیکھ کر وہ جلدی سے بول اٹھی۔

"یہ تمہارا کزن ہے۔؟" صومیہ سامنے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے تیزی سے بائیک کی طرف بڑھی۔ بائیک کے پیچھے بیٹھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر گیٹ کی طرف دیکھا۔ صومیہ اب بھی وہاں کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"صبح سے اس لڑکی نے افراتفری مچا رکھی ہے۔ دوست آرہی ہے یا صدر پاکستان آرہا ہے۔" فرحت چیزیں سمیٹتے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہی تھیں، جبکہ منظور صاحب ہنس پڑے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ان کی ہنسی کی وجہ پوچھتیں حبیبہ نے کچن سے جھانکا۔

"تائی جی! گاجر کا حلوہ بن گیا، آپ دیکھ لیں۔"

"وہ بیگم صاحبہ خود کہاں ہے، اس سے کہو، وہ خود بھی کچھ کرلے۔ عیشہ...." ساتھ ہی وہ اسے آوازیں دینے لگیں۔

"تائی جی! وہ نہا رہی ہیں۔ آپ دیکھ لیں۔" حبیبہ غڑاپ سے پھر اندر غائب ہوگئی۔ منظور صاحب نے افراتفری کے منظر سے نظریں ہٹا کر اخبار پر جمائیں لیکن باہر سے آتی وہاب کی بائیک کی آواز سن کر انہیں اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ کچھ دیر بعد وہ دو شاپرز اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"چچی جان! یہ بیکری کا سامان۔" اس نے شاپرز ڈائننگ ٹیبل پر رکھے اور خود بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"بھائی کے لیے پانی لاؤ حبیبہ۔" اسے تھکا ہوا دیکھ کر فرحت نے حبیبہ کو آواز دی۔

"تھینکس گاڈ! تم آگئے، ورنہ میں سمجھ رہی تھی، تم بھول گئے ہو۔" تب ہی وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور شاپرز کھول کر دیکھنے لگی۔

"یہاں سب تمہارے نوکر بیٹھے ہیں نا۔ صبح سے حبیبہ کچن میں لگی ہوئی ہے اور اس بچے کو بھی صبح سے دوڑا رکھا ہے۔ ماں سارے گھر کو صاف کرتی پھر رہی ہے۔ اتنی ہی وی آئی پی شخصیت تھی تو گھر میں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ دنیا سے نرالی دوستی کی ہے محترمہ نے۔" فرحت صبح سے کام کرنے کی وجہ سے کافی چڑچڑی ہو رہی تھیں۔

"امی! وہ پہلی بار ہمارے گھر آرہی ہے۔" وہ چیزیں شاپرز سے نکالتے ہوئے بولی۔

"بیٹا! ٹھیک ہے، وہ پہلی بار آرہی ہے لیکن تم ضرورت سے زیادہ کانشس ہو رہی ہو۔" منظور صاحب صبح سے اس کی ہڑبونگ دیکھ رہے تھے، سو ٹوکے بنا نہ رہ سکے۔

"ابو! دراصل مجھے اندازہ نہیں تھا، وہ اتنی امیر ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میں اس دن اس کے گھر گئی تھی۔" کتنی ہی بار کی دہرائی ہوئی بات وہ پھر سے دہرانے لگی تو انہوں نے بے ساختہ اس کی بات کاٹی۔

"یہ تم کب سے کسی کی امارت سے امپریس ہونے لگی ہو۔؟" ان کے لہجے میں ناگواری جھلکنے لگی۔

"چاچو! پیسہ اچھے اچھوں کا ایمان بدل دیتا ہے۔ ان کے تو پھر صرف خیالات بدلے ہیں۔" وہاب کی مسکراتی ہوئی آواز پر وہ تلملا کر پلٹی۔

"ایکسکیوز می! میرا ایمان اتنا کمزور نہیں، زندگی میں پہلی بار میری کوئی دوست آرہی ہے تو سب کو مصیبت پڑ گئی ہے۔" اس کا موڈ خراب ہوگیا۔

"لاڈلی کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" فرحت سر جھٹکتے ہوئے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

"ایسی بات نہیں عیشہ! بس تم ضرورت سے زیادہ اس بات کو سر پر سوار کر رہی ہو۔ تم تو اس کی اتنی تعریفیں کرتی ہو تو کیا اسے اپنی امیری پر ناز ہے۔؟"

"نہیں ابو! وہ تو بہت اچھی ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تو تھا۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تو بس پھر اس نے دوستی تم سے کی ہے، تمہارے گھر سے نہیں۔ اگر وہ امیر ہے تو اس کی قسمت اور اللہ کا شکر ہے ہم لاکھوں نہیں تو ہزاروں سے بہتر ہیں۔" منظور صاحب کے انداز پر وہ مطمئن ہو کر مسکرادی۔

"جاؤ حبیبہ! تم بھی کپڑے بدل لو۔" اس نے سلاد کی پلیٹ اپنے آگے سرکا کر چھری اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"چائے پیو گے۔" وہاب کو اندر آتا دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"پلاؤ گی تو پی لیں گے۔" اس کے انداز پر وہ مسکراتے ہوئے چائے کپ میں ڈالنے لگی۔ پھر کرسٹل کی پلیٹیں شیلف پر رکھتے ہوئے اس کی نظر وہاب پر پڑی جو کاؤنٹر سے ٹیک لگائے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دوبارہ کیبنٹ کی طرف مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی نظروں کے ارتکاز سے جھنجلا کر وہ پلٹی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے۔ جاؤ، باہر جا کر ابو کے پاس بیٹھو۔" وہ گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے مزید قریب آگیا تو وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔ ساری بے نیازی ہوا ہوگئی۔ اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھ کر وہ ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"آج بہت بری لگ رہی ہو۔" عیشہ نے اس کی طرف دیکھا۔ نظریں اٹھائیں جس کے لفظوں کے برعکس آنکھیں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔ وہ سنبھل کر مسکرادی۔

"جانتی ہوں۔" ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند تو کرتے تھے لیکن اس کا اظہار کرنا دونوں کو ہی اپنی شان کے خلاف لگتا تھا۔

"بال باندھ لو۔" وہاب کی آواز پر وہ مسکراتے ہوئے پلٹی۔

"کیوں؟"

"چڑیل لگ رہی ہو۔"

"اسی لیے مسلسل گھورے جا رہے ہو۔"

"کیا کروں مجبوری ہے۔ اب اگر میں بھی ڈر گیا تو تم سے شادی کون کرے گا۔"

"واقعی، تم تو دنیا میں آخری انسان رہ گئے ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی پھر کچھ سوچ کر اس کا چہرہ دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ اسے لگا یہ بات کرنے کا مناسب موقع ہے۔

"جاب کا کیا بنا؟"

"کچھ نہیں۔ ایک دو جگہ سی وی بھجوائی ہے، اب دیکھو۔" وہ بے نیازی سے بولا۔

"وہاب! وہ والی جاب تمہیں چھوڑنی نہیں چاہیے تھی۔ اتنی مشکل سے تو ملی تھی۔"

"تو کیا کرتا، سات ہزار میں گھر نہیں چلتے۔"

"تم تھوڑا انتظار تو کرسکتے تھے۔ انسان نیچے سے ہی اوپر جاتا ہے۔"

"چھوڑو یار! یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ میں اس طرح کی چھوٹی موٹی جاب نہیں کرسکتا۔ مجھے بہت اوپر جانا ہے اور میں جا کر رہوں گا۔ چاہے مجھے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔" اس کے پرعزم لہجے پر عیشہ کی آنکھوں میں تشویش اتر آئی۔

"اس "کچھ بھی" سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"کوئی بھی شارٹ کٹ راستہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"چاہے وہ قتل یا ڈاکا ہی ہو؟"

"ہوسکتا ہے۔" عیشہ کے سوال پر وہ لاپروائی سے بولا تو وہ کانپ کر رہ گئی۔

"وہاب! تم دن بہ دن کیسے ہوتے جا رہے ہو۔ روپے کی ہوس بہت بری ہوتی ہے۔ مجھے دولت کی چاہ نہیں ہے ہم دونوں کم میں بھی بہت اچھا گزارا کر سکتے ہیں۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ دولت کی چاہ کسے نہیں ہوتی۔ چلو تمہیں نہیں مان لیا لیکن مجھے ہے۔ ان سات ہزار میں میرا تمہارا گزارا ہو سکتا ہے۔ امی بابا کو بھی نکال دو۔ بابا کی پنشن کافی ہے لیکن کل کو جب ہماری فیملی بڑھے گی' ان کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی؟۔ میں اپنے بچوں کو زندگی کی ہر سہولت دینا چاہتا ہوں۔" اس کا لہجہ تیز ہو چکا تھا۔

"خوشی دولت کی محتاج نہیں ہوتی۔ محبت اور اتفاق ہونا چاہیے۔" وہ رسانیت سے بولی تو وہ چپ چاپ جوتے کی ٹو کو فرش پر مارنے لگا۔ اسے خاموش دیکھ کر وہ مزید گویا ہوئی۔

"یہ بات میں تمہیں پہلے بھی اتنی بار کہہ چکی ہوں' تمہاری یہ باتیں لے ڈوبیں گی ہمیں تمہیں۔ جیسی بھی جاب ملتی ہے' کر لو اور پلیز..... اپنے آوارہ دوستوں کو چھوڑ دو۔"

"کیا کیا چھوڑوں۔ مجھ سے سات ہزار کے لیے نائن ٹو فائیو جاب نہیں ہوتی جو چیز میرے مزاج میں نہیں' وہ میں کیوں کروں۔"

"میری خاطر' کیا تمہارے نزدیک میری اتنی بھی اہمیت نہیں۔؟"

"عیشہ! مجھے کبھی کبھی تم سمجھ میں نہیں آتیں۔ اچھی خاصی سمجھ دار ہو لیکن محبت کے معاملے میں تمہاری سوچ اتنی بچکانہ کیوں ہے۔ محبت کی جس شدت کی تم متقاضی ہو' وہ اب صرف افسانوی باتیں بن کر رہ گئی ہیں۔ آج کے دور میں کوئی لیلیٰ مجنوں نہیں ہوتے۔ بی پریکٹیکل۔ چاہے کیسا ہی رشتہ ہو' کوئی کسی کی خاطر اور خاص طور پر محبت کی وجہ سے خود کو نہیں بدلتا۔" اس کے تلخ انداز پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"آئے ایم سوری۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا' اس موضوع پر بحث لاحاصل ہے اور میں جو بھی کروں گا' ہمارے لیے کروں گا۔" وہ ایک قدم آگے بڑھا تو وہ جھٹکے سے مڑی اور باہر نکل گئی لیکن باہر سے آتی صومیہ کی آواز پر وہ بے ساختہ پلٹی اور گہرا سانس لے کر خود کو اس کے استقبال کے لیے تیار کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"جب سے سنا ہے رزلٹ آرہا ہے' میری تو بھوک ہی ختم ہو گئی ہے۔" صومیہ کی دہائی پر عیشہ نے حیرت سے تیسرا سموسہ کھاتی صومیہ کو دیکھا۔

"یہ رزلٹ اتنی جلدی کیوں آرہا ہے۔؟"

"محترمہ! جلدی کہاں آرہا ہے' اب تو فائنل کے پیپر ہونے والے ہیں۔" عیشہ نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"خیر چھوڑو' یہ بتاؤ' انکل آنٹی کیسے ہیں۔؟"

"ٹھیک ہیں' تمہیں یاد کرتے ہیں اور حبیبہ روز تمہارا پوچھتی ہے۔"

"ہوں۔" اس نے مسکرا کر پلیٹ میں پڑا آخری سموسہ بھی اٹھا لیا۔ "تم نے پہلے کبھی بتایا ہی نہیں انکل پیرالائزڈ آئی مین....." اس کو جھجکتا دیکھ کر وہ خود ہی بول پڑی۔

"جب میں ایف اے میں تھی تو ابو کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ اس میں وہ اپنی ایک ٹانگ سے محروم ہو گئے تھے جبکہ دوسری ٹانگ بھی زیادہ کام نہیں کرتی۔"

"اوہ....." صومیہ نے افسوس کا اظہار کیا۔ "تم لوگوں کا سورس آف انکم کیا ہے؟"

"ابو پہلے بینک میں تھے اس لیے تو پنشن ملتی ہے۔ اس کے علاوہ دو دکانیں ہیں جن کا کرایہ آتا ہے۔"

"اچھا..... ویسے تمہارے گھر آکر میرا دل خوش ہو گیا۔ کافی مقدار میں حسن پایا جاتا ہے لیکن ایک بات میں نے نوٹ کی۔ حبیبہ تمہاری بہن کافی مختلف ہے تم سب سے۔ اور وہ آنٹی کو تائی جی کہہ رہی تھی۔" صومیہ کی حیرت پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"دراصل حبیبہ ابو کے کزن کی بیٹی ہے۔"

"لیکن تم تو ہمیشہ اس کا ایسے ذکر کرتی ہو جیسے وہ تمہاری سگی بہن ہو۔" صومیہ اب بھی حیران تھی۔

"ہاں' کیونکہ میں اسے اپنی سگی بہن ہی سمجھتی ہوں۔" عیشہ کے لہجے میں محسوس کی جانے والی اپنائیت پر وہ متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔

"اور وہ تمہارا کزن' وہ بھی بہت ہینڈسم ہے۔"

"وہ تو ہے۔" اس نے وہاب کی تعریف بڑے حق سے وصول کی۔

"اچھا اٹھو' کلاس میں چلتے ہیں۔ پتا ہے نا ٹیسٹ ہے۔" عیشہ کے کہنے پر وہ کرسی پر مزید ایزی ہو کر بیٹھ گئی۔

"یار! میری تیاری نہیں۔" عیشہ نے غور سے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟۔"

"ہاں' میری تو ٹھیک ہے لیکن بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' اس لیے میں ساری رات نہیں سو سکی۔" صومیہ نے آنکھوں کو مسلا تو عیشہ مسکرا دی۔ اس نے اکثر محسوس کیا تھا کہ صومیہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی ہے۔ اس کی ہر بات میں اس کے بھائی کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

"تم اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی ہو۔؟" صومیہ نے جب نظریں اٹھائیں تو ان میں سرخ ڈورے نمایاں ہو رہے تھے۔

"بہت' بہت زیادہ۔ میری جان تو ان میں بسی ہے۔ اگر انہیں ذرا بھی تکلیف ہوتی ہے تو مجھے ان سے زیادہ ہوتی ہے۔" اس کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ "وہ مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ اگر پاپا ہوتے تو شاید وہ بھی اتنا نہ کرتے۔ جب پاپا کی ڈیتھ ہوئی تھی تو میں بہت چھوٹی تھی' سیونتھ کلاس میں۔ بھائی ان دنوں امریکہ میں اپنا گریجویشن کر رہے تھے۔ وہ واپس آگئے لیکن ممی نے انہیں دوبارہ بھیج دیا پھر گریجویشن کے بعد یہاں آکر انہوں نے ایم بی اے کیا۔ پاپا کا بزنس سنبھالا' ہمیں سنبھالا۔ مجھے اور ممی کو وہ اتنا دلاسہ دیتے ہیں لیکن خود اپنی تکلیف کسی سے شیئر نہیں کرتے۔ انہیں بھی تو کسی سہارے کی ضرورت محسوس ہوتی ہوگی لیکن انہوں نے کبھی ہم پر ظاہر نہیں کیا۔" صومیہ سر جھکا کر اپنی ہتھیلی دیکھنے لگی۔ "بس میں چاہتی ہوں' انہیں ایسی بیوی ملے جو ان کی تنہائیوں کو بانٹ لے۔ ان سے بے حد پیار کرے۔" صومیہ کی آنکھوں سے ایک قطرہ نکل کر گال پر لکیر بناتا ہوا اس کی ہتھیلی پر ٹھہر گیا۔ عیشہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ آج سے پہلے اس نے صومیہ کو اتنا سنجیدہ اور افسردہ نہیں دیکھا تھا' صومیہ نے بھیگی نظروں سے اس کا پریشان چہرہ دیکھا تو مسکرا کر اپنے آنسو صاف کیے۔

"چھوڑو یار! میں خوامخواہ اموشنل ہو گئی۔ چلو اور سموسے منگواتے ہیں۔"

"اور....." عیشہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☼ ☼ ☼

"لاؤ میں سیب کاٹ دوں۔" صومیہ نے حبیبہ کے ہاتھ سے چھری لی تو وہ گھبرا گئی۔

"نہیں باجی! آپ چھوڑ دیں۔"

"ارے میں صحیح طرح کاٹوں گی۔"

"بیٹا! تم یہاں کیوں کھڑی ہو' باہر جا کر بیٹھو۔" فرحت نے اسے کچن میں کھڑے دیکھ کر کہا۔

"آنٹی! مجھے کچن میں مزہ آتا ہے۔ میں مہمان تھوڑی ہوں۔ ہفتے میں چار دن یہیں پائی جاتی ہوں' اس لیے اب مجھے آپ گھر کا فرد سمجھیں۔" صومیہ نے حبیبہ کے سر پر چپت لگائی تو اس نے مسکرا کر چھری اسے تھما دی۔ وہ حبیبہ کے ساتھ نیچے پیڑھی پر بیٹھ گئی۔

"کچھ اپنی دوست سے سیکھو۔" عیشہ کو اندر آتا دیکھ کر فرحت نے اسے گھورا۔

"کتنی ذمہ دار بچی ہے اور ایک تم ہو' صبح دودھ دیکھنے کا کہہ کر گئی' واپس آئی تو دودھ ابل چکا تھا اور محترمہ رسالہ پڑھ رہی تھیں۔"

"امی! آپ کو تو بس موقع چاہیے۔" وہ کٹے ہوئے امرود اٹھا کر کھانے لگی۔

"کوئی بات نہیں آنٹی! اتنا تو چلتا ہی ہے۔" صومیہ کے لاپروا انداز پر وہ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔ منہ دھو کر باہر نکلی تو وہاب صوفے پر نیم دراز تھا۔

"تم کب آئے؟۔" وہ خوشگوار حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ابھی آیا ہوں۔ یہ تمہاری دوست کو اور کوئی کام نہیں' جب دیکھو یہیں پائی جاتی ہے۔" وہ بیزاری سے بولا تو وہ مسکرا دی۔

"امی ابو کے ساتھ کافی گھل مل گئی ہے۔ آج امی نے فون کر کے بلایا تھا۔" وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے' پریشان ہو؟۔" وہ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"جاب کی وجہ سے تھوڑی بہت ٹینشن تو ہے۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے بیزاری سے بولا اور پھر کچھ یاد آنے پر اپنے پیچھے سے کچھ اٹھایا۔

"تمہارے پاس ہونے کا گفٹ تھوڑا لیٹ ہے لیکن......!" اس کی خشمگیں نظریں دیکھ کر وہ مسکرا کر چپ ہو گیا۔

"تم نے مجھے وش کر دیا' میرے لیے کافی تھا۔ اس فارمیلیٹی کی کیا ضرورت تھی۔"

"تھی تو اور پھر کوئی اتنا مہنگا گفٹ بھی نہیں۔"

"وہاب! تم باز نہ آنا' میرے لیے یہی بہت قیمتی ہے۔" اس نے پہلے افسوس سے وہاب کو دیکھا اور پھر پرفیوم کا ڈھکن کھول کر اس کی خوشبو سونگھنے لگی۔

"عیشہ......" وہاب کے پکارنے پر اس نے نظریں اٹھائیں۔

"کبھی کبھی تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا' تب ہی دروازہ دھڑ سے کھلا تھا۔ ان دونوں نے ایک ساتھ دروازے کو دیکھا' جہاں صومیہ کھڑی تھی۔

"ہیلو۔" صومیہ نے مسکرا کر وہاب کو دیکھا۔ عیشہ نے جلدی سے وہاب کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر ناگواری بہت واضح تھی۔

"سوری۔" صومیہ جلدی سے پلٹ گئی جبکہ کچھ کہنے کی کوشش میں وہ سوچتی رہ گئی۔

"اسے تمیز نہیں ہے۔" وہاب غصے سے بولا۔

"وہاب! تمہیں ایسے بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا' اسے برا لگا ہو گا۔"

"تو میں کیا کروں۔" وہ بے رخی سے بولا تو وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"لگتا ہے' وہاب کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ چائے کا کپ صومیہ کے سامنے رکھ رہی تھی' جب اس نے اسے کہتے سنا تھا۔

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بس وہ اپنی جاب کی وجہ سے ٹینشن میں تھا۔"

"میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" ایک منٹ کے وقفے کے بعد وہ بولی۔

"کیسے۔؟" عیشہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اسے بھیجو' تم وہاب کو بلاؤ۔" حیرت زدہ سی اسے بلانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

"کیسی جاب چاہیے آپ کو؟" وہاب نے تمسخرانہ انداز میں اس کا سوال سنا۔ اس کی سیلری ڈیمانڈ سن کر عیشہ نے ناامیدی سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے' آپ کل آفاق ٹریڈنگ چلے جائیں' آپ کے حسب منشا جاب مل جائے گی۔"

وہاب کے ساتھ عیشہ نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ جانتی ہیں آفاق ٹریڈنگ میں جاب ملنا کتنا مشکل ہے؟" وہاب کو اس کا دماغ کھسکا ہوا لگا۔

"جانتی ہوں لیکن آپ کو وہاں جاب مل جائے گی کیونکہ آفاق ٹریڈنگ میرے بھائی کی ہے۔" وہاب نے شاک کی کیفیت سے نکلنے کے بعد عیشہ کو دیکھا اور پھر صومیہ کو جبکہ عیشہ کو صومیہ کی امارت پر پہلے ہی کوئی شک نہیں تھا۔

"لیکن ان کی کچھ رکوائرمنٹ تو ہوں گی۔" اس بار وہاب کا لہجہ بہت نرم تھا۔

"اس کو آپ رہنے دیں' میں بھائی کو کہہ دوں گی۔ آپ اپنی سی وی ضرور لے جائیے گا۔ جسٹ فارمیلیٹی۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"تھینکس صومیہ!"

"ڈونٹ بی سلی عیشہ!" صومیہ نے اسے گھر کا تو وہ مسکراتے ہوئے کچن میں آ گئی۔ جب وہ واپس آئی تو وہاب بہت خوشگوار موڈ میں صومیہ سے باتیں کر رہا تھا' اس نے سکون کا سانس لیا۔

☼ ☼ ☼

"بس باجی! اب میں مزید نہیں چل سکتی۔" عیشہ نے حیرت سے پیچھے دیکھا' جہاں حبیبہ دیوار سے ٹیک لگائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"ابھی تھوڑی سی شاپنگ کی ہے اور تم ہانپنے لگی ہو۔ مجھے ابھی وہاب کے لیے شرٹ بھی خریدنی ہے۔" وہ سامنے والی دکان کے گلاس ڈور سے نظر آتی شلوار قمیص کا جائزہ لینے لگی۔

"مجھے تو آپ معاف رکھیں۔ سارا شاپنگ سینٹر چھان مارا مگر آپ کو کوئی شرٹ ہی نہیں بھا رہی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ وہاب بھائی کے ساتھ آ جاتیں۔" حبیبہ کے کہنے پر اس نے افسوس سے سر ہلایا۔

"سوچا تو یہی تھا' پر جب سے جناب جاب پر جا رہے ہیں' زیادہ ہی بزی ہو گئے ہیں۔ ٹائم ہی نہیں ہے۔" وہ اس کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو حبیبہ مسکرانے لگی۔

"آپ ہی تو ہر وقت کہتی تھیں' سیریس ہو کر کام کرو۔"

"ہاں تو اتنا سیریس ہونے کو بھی نہیں کہا تھا کہ تین ماہ میں صرف تین ہی چکر لگائے' وہ بھی صرف شکل دکھانے کے لیے۔" عیشہ کے لہجے میں ناراضی محسوس کر کے وہ خاموش ہو گئی۔ عیشہ کو ایک بڑی سی دکان میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ گہرا سانس لیتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"باجی! بھوک لگی ہے۔" وہ اس کے کان کے قریب ہو کر منمنائی۔

"اچھا بس چل رہے ہیں' آپ پلیز یہ شرٹ پیک کر دیں۔" عیشہ نے سیلز بوائے کو ایک بہت مہنگی شرٹ پیک کرنے کو کہا۔ حبیبہ نے عیشہ کو اتنی شاہ خرچی پر روکنا چاہا لیکن پھر متوقع ڈانٹ سے بچنے کے لیے رخ موڑ لیا۔ اگلے ہی پل باہر نظر آتے نظارے نے اسے سب کچھ بھلا دیا۔

ہینڈ بیگ لینے کے لیے جب عیشہ نے اپنے اطراف میں دیکھا تو کہیں نہیں تھی۔ وہ حیران پریشان آگے بڑھی۔ ساری دکان دیکھنے کے بعد وہ بھاگتے ہوئے بیس منٹ کی طرف بڑھی۔ جب سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کا سر زور سے کسی چیز سے ٹکرایا۔ "تو" وہ بے اختیار سر تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔

"سوری' ایم ویری سوری۔" بھاری مردانہ آواز اس کے قریب سے ابھری تو اسے اندازہ ہوا کہ سر کس سے ٹکرایا ہے۔ وہ گھومتے سر کو قابو کرتے ہوئے بمشکل اٹھی۔

"ارے۔" سامنے کھڑے شخص کی حیرت میں خوشگوار تاثر محسوس کر کے وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی اور اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ڈانٹنے کا سارا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔

"آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟" وہ مخصوص مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سر کو بھی نہیں ہلا سکی پھر حبیبہ کا خیال آتے ہی اس نے بے تابی سے اس کے پیچھے جھانکا' جہاں اکا دکا لوگ موجود تھے۔

"لگتا ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" مقابل کے لہجے میں نہ پہچانے جانے کا افسوس تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی' اپنے پیچھے اسے حبیبہ کی آواز کا گمان ہوا۔ وہ بے ساختہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اوپر آئی' جہاں حبیبہ اسی سیلز بوائے لڑکے سے عیشہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

"حبیبہ......" عیشہ کی آواز پر وہ جلدی سے پلٹی اور اس کے قریب پہنچتے ہی اس کا ہاتھ کھینچ کر باہر نکلنے لگی۔

"ارے ہوا کیا۔" وہ حیران ہو کر اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"ایکسکیوزمی' ہیلو۔" پیچھے سے آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہی شخص دکان کے وسط میں حیران پریشان کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر حبیبہ سے ہاتھ کھینچنے لگی۔

"کیا مصیبت نازل ہو گئی تم پر؟۔"

"باجی! میں نے صومیہ باجی اور وہاب بھائی کو دیکھا ہے۔" اور وہ یک دم رک گئی۔

"کہاں؟۔" اس کی آواز بہت دھیمی ہو گئی۔

"وہاں۔" حبیبہ نے سامنے ریسٹورنٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے قدم بے ساختہ ریسٹورنٹ کی طرف اٹھے۔ اسے یاد آیا' پچھلی بار جب وہاب ان کے گھر آیا تھا تو اس کے سیل پر صومیہ کا نمبر دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔ اس نے فون ریسیو کیا۔ تو فوراً" لائن کٹ گئی۔

"دراصل صومیہ نے مجھے اپنا کمپیوٹر ٹھیک کروانے کو دیا تھا' اس کے بارے میں پوچھنا ہو گا۔"

"لیکن مجھ سے بات کیوں نہیں کی؟۔"

"اب اسے کیا پتا تھا فون تم اٹھاؤ گی۔"

"مطلب۔" اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"مطلب یہ کہ وہ لڑکی کی آواز سن کر رانگ نمبر سمجھی ہو گی۔" اور وہ جیسے سمجھ کر مطمئن ہو گئی لیکن آج ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے جانے کیوں اپنی ٹانگیں کانپتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"یہ تحفہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا' میرے لیے یہ بہت قیمتی ہے۔" عیشہ ساکت نظروں سے سامنے بیٹھے وہاب کو دیکھ رہی تھی جو صومیہ کو انگوٹھی پہنانے کے بعد اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا اور اپنی طرف پشت ہونے کے باوجود وہ صومیہ کی آواز پہچان گئی تھی۔ سب سے پہلے وہاب کی نظر اس پر پڑی تھی۔ اس کے اڑے ہوئے رنگ پر صومیہ نے مڑ کر دیکھا تو اس کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا۔ اس سے پہلے وہ ان سے کچھ پوچھتی وہ دونوں اس کے قریب سے گزرتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے جبکہ وہ کتنی دیر وہیں ساکت کھڑی رہی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ حبیبہ نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ جیسے حواسوں میں واپس آئی۔ سارا راستہ

مختلف توجیہات دے کر وہ دل کو دلاسہ دینے کی کوشش کرتی رہی۔

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ صومیہ اس کی دوست ہے اور وہاب.... وہ اس کے بچپن کا ساتھی' اس کا منگیتر۔ نہیں نہیں' وہ دونوں ہی ایسا نہیں کر سکتے۔" گھر آتے ہی اس نے وہاب کا سیل فون ٹرائی کیا۔ تین بیلز کے بعد فون آف ہو گیا اور وہ بالکل ساکت رہ گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ ڈائل کیا' فون آف تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ری ڈائل دباتی رہی اور ایک گھنٹے بعد جب اس نے فون ریسیور کیا تو اس کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے' تم آرہے ہو یا میں آجاؤں۔" وہ چھوٹتے ہی بولی۔

"میں اس وقت بہت بزی ہوں' نہیں آسکتا۔ اور تمہیں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں مجھے فیس کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"جو تمہاری مرضی وہ سمجھ سکتی ہو۔" اس کی بے نیازی پر وہ کھول کر رہ گئی۔

"لیکن میرا تم سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔ کیا بات' تم جانتے ہو۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"کیا سننا چاہتی ہو سچ تو پھر وہی ہے جو تم نے دیکھا۔ میں اور صومیہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" قیامت ٹوٹنا کیا لفظ ہوتا ہے وہ اس کیفیت کو اس پل محسوس کر رہی تھی۔ کہیں کوئی امید تھی کہ وہ تردید کر دے گا جو دیکھا وہ جھوٹ ہے' لیکن اس کی خاموشی پر دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔ وہ کتنی دیر تک خالی خالی نظروں سے ریسیور کو دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

صومیہ کو دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی جو اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی۔

"صومیہ رکو۔" وہ گہرا سانس لے کر رک گئی۔

"کب سے مل رہی ہو وہاب سے۔" عیشہ نے جلتی ہوئی سرخ آنکھیں اس پر ٹکا دیں۔

"پچھلے تین ماہ سے۔" وہ بغیر کسی لحاظ کے گویا ہوئی۔

"اتنا بڑا دھوکا صومیہ وہ بھی دوستی کے نام پر' تم نے وہاب کی وجہ سے مجھ سے دوستی کی تھی۔" اس کے انداز پر ایشا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا اور نہ ہی وہاب کی وجہ سے تم سے دوستی کی تھی۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"یہ جاننے کے باوجود کہ وہاب میرا منگیتر ہے تم اس کی طرف بڑھیں۔"

"ایک منٹ۔" صومیہ نے انگلی اٹھا کر اسے روکا۔ "پہلے اپنے جملے کی تصحیح کر لو۔ تمہاری صرف بات طے ہوئی تھی منگنی نہیں ہوئی تھی۔ کیا تمہارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے؟۔" اس نے عیشہ کا بایاں ہاتھ اٹھا کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"کوئی انگوٹھی!۔" اس کے تمسخرانہ انداز پر عیشہ کے ہونٹ بھنچ گئے۔

"تم جانتی ہو حسن میری کمزوری ہے۔ وہاب نے پہلی نظر میں ہی مجھے متاثر کیا تھا' میں نے اس کی طرف محض دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ لیکن کچھ عرصے بعد میں نے محسوس کیا کہ میں اس کے لیے دوستی سے کچھ زیادہ محسوس کر رہی ہوں' میرا خیال تھا مجھے وہاب کو حاصل کرنے کے لیے کافی پریشانی ہوگی۔ کیونکہ تمہیں چھوڑنا اس کے لیے مشکل ہوگا۔ لیکن افسوس۔" وہ مسکرائی تو عیشہ کی آنکھوں میں مرچیں سی لگنے لگیں۔

"اس نے میرے لیے تمہیں چھوڑ دیا' یہ تو قسمت ہے نا۔" وہ مسکرائی تو عیشہ نے ڈبڈبائی ہوئی نظروں سے اردگرد گزرتے لڑکے اور لڑکیوں کو دیکھا اسے ہر چہرہ اپنا تمسخر اڑاتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے پلٹتے ہی ایشا جیسے ہوش میں آئی اس نے ایک دم اس کا بازو سختی سے تھام لیا۔

"بی ہیو یور سیلف عیشہ۔" صومیہ نے غصے سے اپنا بازو جھٹکا۔

"تم جانتی ہو نا صومیہ! وہاب میرے لیے میرے گھر والوں کے لیے کیا ہے' پلیز صومیہ اسے واپس کر دو' میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" اس نے سچ مچ ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"پلیز عیشہ! وہاب کوئی چیز نہیں جسے میں واپس کر دوں وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ میرا نہیں خیال کہ وہ مجھے چھوڑے گا۔ جب کہ وہ مجھے پرپوز بھی کر چکا ہے۔ بہتر ہوگا تم یہ درخواست اپنے کزن سے کرو۔ شاید وہ کچھ کر سکے۔" عیشہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اسے اس چہرے سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ گھر جانے کی بجائے وہ سیدھی تایا ابو کے گھر آگئی۔ اندر داخل ہوتے وہاب نے حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھا اور نظریں چراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو وہاب! میرا قصور کیا ہے۔؟" وہاب نے مڑ کر دیکھا وہ نم آنکھیں لیے دروازے پر ایستادہ تھی۔ وہ اضطرابی انداز میں رخ بدل گیا۔

"عیشہ! میں مزید اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا' صومیہ تم سے بات کر چکی ہے۔"

"تمہیں بتا دیا اس نے۔" وہ دکھ سے وہاب کو دیکھنے لگی جو نظریں چرا رہا تھا۔

"اچانک ایسا کیا ہوا وہاب! جو تین ماہ کے تعلق کو تم اتنے سالوں کے تعلق پر ترجیح دے رہے ہو؟۔"

"اتنے سال کے تعلق کے باوجود میں نے تمہارے لیے وہ سب کچھ محسوس نہیں کیا جو میں ان چند ماہ میں صومیہ کے لیے محسوس کرنے لگا ہوں۔ تم نے مجھے کبھی محبت کا احساس نہیں دیا۔ جب کہ صومیہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس کا اظہار بھی۔ تمہیں میری ہر بات سے اختلاف کرنا ضروری تھا۔ جب کہ وہ وہی کرتی ہے جو میں کہتا ہوں۔ وہ مجھے وہ سب دے سکتی ہے جو مجھے چاہیے تھا۔ دولت' محبت سب کچھ۔" عیشہ کو سامنے کھڑا شخص اجنبی لگ رہا تھا۔

"تمہارے شارٹ میں یہ راستہ بھی شامل تھا مجھے پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی۔ "میری مخلصانہ رائے تمہیں اختلاف لگا۔ میری حیا تمہیں سمجھوتا لگا' میری بدقسمتی ہے لیکن پھر بھی وہاب! میں یہ تعلق نہیں توڑ سکتی۔ تم تو میرے اپنے ہو اگر تم نے مجھے چھوڑا تو میں ٹوٹ جاؤں گی۔" وہ رونے لگی تھی۔ وہاب نے اس کا چہرہ دیکھا جو ایک رات میں حال سے بے حال ہو چکا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر کسی سوچ سے پیچھا چھڑایا۔

"یہ رشتے دلوں کے ہوتے ہیں' عیشہ اور میرا دل مجھے اس تعلق کو مزید قائم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بہتر یہی ہے کہ مزید رشتوں کو خراب کیے بغیر ہم الگ ہو جائیں۔" عیشہ نے سر جھکا لیا اور دائیں ہتھیلی سے نم رخساروں پر پھیلی نمی کو بے دردی سے صاف کیا۔

"رکو میں چھوڑ آتا ہوں تمہیں۔" اپنے پیچھے وہاب

خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز
کی ایک خوبصورت پیشکش
نامور مصنفہ رضیہ جمیل
کا "ساگر دریا بادل بوند"
کے بعد مشہور و معروف ناول
اک گھروندہ برف کا
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
☆ خوبصورت سرورق
☆ مضبوط جلد
☆ آفسٹ پیپر
قیمت صرف =/300 روپے

کتاب منگوانے کے لیے
آج ہی =/330 روپے
کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں۔
ملنے کا پتا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی

کی آواز سن کر وہ تلخی سے مسکرائی۔ باہر نکلتے ہوئے اس کی نظر چائے کا کپ تھامے سفید چہرہ لیے تائی امی پر پڑی وہ ان کے روکنے کے باوجود نکلتی چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ بچوں کا کھیل تو نہیں ابھی ہم زندہ ہیں۔ منظور! تم فکر مت کرو۔ میں وہاب کا دماغ درست کردوں گا۔" تایا ابو اونچی آواز میں بول رہے تھے۔ جب کہ منظور صاحب سر جھکائے نڈھال بیٹھے تھے۔

"یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہوا سلطان بھائی! ساری برادری جانتی ہے کہ عیشہ کی بات وہاب سے طے ہے اتنے سالوں سے یہ رشتہ نبھا رہے ہیں۔ پھر اب اچانک وہاب کو کیا ہوا۔ اسے سمجھائیں بھاجی! میری بیٹی کا مستقبل تباہ ہوجائے گا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔"

فرحت نے ایک بار پھر دوپٹے میں منہ چھپا کر رونا شروع کردیا۔ جیبہ نے انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ جب کہ اس کی آنکھیں خشک تھیں۔

"تم فکر مت کرو فرحت! میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں تایا ابو! وہ صاف لفظوں میں مجھے اپنی مرضی بتا چکا ہے۔" وہ کافی دیر بعد بولی۔

"کوئی وجہ بھی تو ہو وہ تو منہ سے کچھ بولتا ہی نہیں۔" سلطان صاحب اس کی طرف مڑے تھے۔

"کوئی اور لڑکی پسند ہے اسے۔" اس کے کہتے ہی فرحت کی سسکیاں مزید اونچی ہوگئیں۔

"اس کا سارا بھوت میں اتار دوں گا۔" تایا ابو کے پریقین لہجے پر اس کی بھی ڈھارس بندھی لیکن اگلے کچھ دنوں تک چھائی خاموشی اور پھر نڈھال سے تایا ابو کی آمد اس کی ہر خوش فہمی کو ختم کر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

پیپر ختم ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن وہ گھر جانے کی بجائے آڈیٹوریم ہال کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ اس کا گھر جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا جس کی دیواروں سے اب اداسی پھوٹتی تھی۔ اس سے اپنے ماں باپ کے اداس بھیگی آنکھیں نہیں دیکھی جاتی تھیں۔ وہ اپنے باپ کی تکلیف کو بھی سمجھ سکتی تھی۔ جنہوں نے سوچا تھا کہ انہیں وہاب کی صورت میں بیٹا مل جائے گا۔ اور اس بیٹے نے کیا کیا وہ ایک ماہ میں ہی کتنے بوڑھے لگنے لگے تھے۔ اور فرحت نجانے کن سوچوں میں گم رہتی تھیں۔ جس کسی کو رشتے کا کہتی تھیں وہ منگنی ٹوٹنے کی وجہ ضرور پوچھتا تھا اور اس وقت ان کا چہرہ دیکھنے کے لائق ہوتا۔ شروع دنوں کے بعد اس نے خود کو سنبھال لیا تھا کہ اس کا دکھ ان کو مزید نڈھال کردے گا۔ لیکن تنہا ہوتے ہی اس کا دل چاہتا تھا وہ خوب روئے۔

ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے کھڑی ہوگئی گھر تو جانا تھا اور فرار کے لیے یونیورسٹی تو صرف ایک بہانہ تھی۔ آج آخری پیپر کے ساتھ یہ بہانہ بھی ختم ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر اس عمارت کو دیکھا اور دھیرے دھیرے سیڑھیاں اترنے لگی۔ سامنے سے آتے شخص کو دیکھ کر گیٹ کی طرف بڑھتے اس کے قدم رک گئے۔ وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔

"ہیلو، شکر ہے آپ مل گئیں۔ اس دن آپ اچانک چلی گئی تھیں۔" اس کے بے تکلف انداز پر وہ حیران رہ گئی۔

"وہ بس ایسے ہی۔" وہ ٹالنے کی غرض سے بولی۔

"چلیں اس سے پہلے کہ آپ پھر غائب ہوجائیں کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟۔"

"عیشہ منظور۔"

"نائیس نیم میرا نام آفاق ہے۔"

"ہوں..." وہ مسکرائی "آپ یہاں؟"

"جی یہاں میری چھوٹی سسٹر پڑھتی ہے۔ آج اس کا لاسٹ پیپر تھا تو سوچا اسے پک کرلوں لیکن لگتا ہے وہ جاچکی ہے۔" وہ ہال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "آپ کون سے ڈپارٹمنٹ میں پڑھتی ہیں۔؟"

"انگلش ڈپارٹمنٹ میں۔"

"اوہ ریئلی میری سسٹر بھی یہیں ہے۔ شاید آپ جانتی ہوں صومیہ کو۔" عیشہ کو جھٹکا لگا تھا۔ اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ تقریباً وہی نقش تھے اسی لیے اسے اس چہرے میں یہ چہرہ بھی نظر آتا تھا۔

"میں ہر دفعہ آپ سے..." اس کے غیر معمولی تاثرات پر اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی اور وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بھاگنے کے سے انداز میں گیٹ کی طرف بڑھی جب کہ وہ ہکا بکا اسے جاتا دیکھتا رہا۔

☼ ☼ ☼

اس کے اندر داخل ہوتے ہی وہ تینوں ایک ساتھ چپ ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟۔" وہ ایک ایک کا چہرہ پڑھتی ہوئی فرحت کے قریب بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں کچھ سامان منگوانا تھا تو سوچ رہی تھی کہ سامنے سے حمزہ کو بلالوں۔"

"مگر میں نے ابھی سنا تھا کہ آپ کرائے کی بات کررہی تھیں۔؟" وہ گڑبڑا کر رہ گئیں۔

"نہیں وہ کرایہ تو..."

"پلیز امی! مجھ سے صاف بات کریں۔" ان کو ٹالتے دیکھ کر اس کا موڈ آف ہوگیا۔

"دراصل پچھلے دو ماہ سے دکانوں کا کرایہ نہیں آرہا۔ تمہارے تایا کو فون کیا تھا ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں سوچ رہی تھی وہاب کو...؟"

"کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے غصے سے ان کی بات کاٹی۔

"آپ تایا ابو کو بھی منع کردیں۔" فرحت نے گھبرا کر منظور صاحب کو دیکھا۔

"تو بیٹا! کرایہ کون لائے گا۔" منظور صاحب کے کہنے پر وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوئی۔

"میں لے کر آؤں گی۔"

"تم...!" ان کے ساتھ جیبہ اور فرحت نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

"ابو پلیز جو کام میں کرسکتی ہوں اس کے لیے ہمیں دوسروں کا احسان لینے کی ضرورت نہیں۔"

"تم اکیلی جاؤ گی؟۔" اسے اٹھتا دیکھ کر فرحت نے فکر مندی سے پوچھا۔

"میں جیبہ کو ساتھ لے جاتی ہوں۔" اس کے نکلتے ہی منظور صاحب نے بے بسی سے اپنی ٹانگوں کو دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مس عیشہ!" پیچھے سے آتی آواز پر اس کے قدم ایک پل کے لیے ٹھٹھکے وہ مڑے بغیر اس شخص کو پہچان گئی تھی۔ اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ اس نے تیزی سے چلنا شروع کردیا۔

"پلیز رکیں۔" وہ بھاگتا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔ "مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"لیکن مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ رکے بغیر رکھائی سے بولی جب کہ جیبہ حیرت سے ان کے ساتھ ساتھ چلتے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔

"وہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس دن بھی یونہی چلی گئیں۔ میں تب سے پریشان ہوں۔ آپ مجھ سے کس بات پر خفا ہیں؟۔" وہ یک دم رک گئی۔

"خفا ہونے کے لیے کسی رشتے کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ میں تو آپ کو جانتی بھی نہیں۔" وہ جیبہ کا ہاتھ تھام کر سامنے بڑھی تو وہ ایک دم سے اس کے آگے آگیا۔ غصے سے عیشا کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"آپ اس وقت بازار میں کھڑے ہیں مسٹر آفاق! آپ کا تو پتا نہیں لیکن مجھے اپنی عزت کی پروا ہے۔" وہ دھیمی آواز میں غرائی تو اس نے نادم ہو کر ارد گرد نظر دوڑائی۔ جہاں آتے جاتے لوگ مڑ مڑ کر انہیں دیکھ رہے تھے۔

"آپ اپنا فون نمبر دے سکتی ہیں۔؟" عیشہ نے بڑے ضبط سے کام لیا اور ہونٹ بھینچ کر خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"آپ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟"

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ساکت رہ گئی۔ جب کہ ماجرا سمجھنے کی کوشش میں حیران پریشان کھڑی جیبہ کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوگئیں۔ اس نے غور سے اپنے سامنے کھڑے اس شاندار سے شخص کو دیکھا جو پہلی نظر میں ہی کسی کو بھی متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا۔؟" عیشہ نے سنبھل کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"آپ یہی سمجھ لیں۔" آفاق کے چہرے پر اس کی مخصوص مسکراہٹ پھر سج گئی تھی۔ جب کہ اس کی مسکراہٹ پر اس کے چہرے پر طیش نظر آنے لگا۔

"آپ سے شادی کرنے سے بہتر ہے میں کسی گاڑی کے نیچے آکر مرجاؤں۔" اور پھر اسے مزید کوئی موقع دیے بغیر جیبہ کو کھینچتے ہوئے رکشے کی طرف بڑھ گئی۔ جب کہ وہ اس کے چہرے کے تاثرات پر ابھی تک ساکت کھڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

"باجی آپ میرے ساتھ کالج چلیں گی؟۔" جیبہ کی رونی صورت دیکھ کر اس نے ریموٹ سائڈ پر رکھ دیا۔

"تھرڈ ائیر کے داخلے شروع ہو چکے ہیں اور کل آخری ڈیٹ ہے پھر بہت رش ہو جائے گا۔" اس کی شرمندہ سی شکل دیکھ کر عیشہ مسکرا دی۔

"اچھا چلو' میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔" راستہ بھر وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوتی رہی۔

"پہلے یہ سب کام ہمیشہ وہاب کرتا تھا لیکن اب تو......"

"باجی یہاں تو بہت لمبی لائن ہے۔ مجھے تو ابھی مارکس شیٹ کی فوٹو کی کاپی بھی کروانی ہے۔" حبیبہ کی دہائی پر اس نے غصے سے اسے دیکھا۔

"جاؤ لائن میں کھڑی ہو جاؤ۔ میں فوٹو کاپی کروا کے لاتی ہوں۔" وہ مارکس شیٹ لے کر کالج سے باہر بنی فوٹو شاپ کی طرف بڑھنے لگی۔

"شاہد اور کتنی دیر ہے؟۔" آفاق نے اکتا کر کھڑی سے باہر سر نکال کر دیکھا جو گاڑی کا ٹائر بدل رہا تھا۔

"بس سر! پانچ منٹ۔" آفاق نے سر جھٹک کر دائیں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ سڑک کے اس پار کالی چادر میں چمکتا چہرہ اسے اپنی نظروں کا دھوکا لگا۔ کیونکہ آج کل ہر پل ہر جگہ اس کا گمان ہوتا تھا۔ وہ تصدیق کے لیے بے اختیار باہر نکل آیا۔ فوٹو کاپی کروا کر وہ دکان سے باہر نکل آئی۔ لیکن سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

"پتا نہیں اس شخص کو الہام ہوتا ہے کہ جہاں میں ہوتی ہوں وہی پہنچ جاتا ہے۔" جب کہ اس کی سوچ کے برعکس آفاق بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جہاں پہلے کی طرح غصہ نہیں تھا اس کے دل کو اطمینان ہوا۔ وہ اسے نظر انداز کر کے کالج والی سڑک کی طرف بڑھنے لگی۔ لیکن ساتھ چلتے شخص سے اسے الجھن ہونے لگی تو وہ رک گئی۔

"آپ کیوں مجھے فالو کر رہے ہیں؟۔"

"آپ کو فالو کرنے کی کئی وجوہات ہیں پہلی یہ کہ میں آپ کے گھر کا ایڈریس جاننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ صرف آپ سے بات کرنے کے لیے میں نے آپ کو کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔ اس اسکول میں جہاں پہلی بار میں آپ سے ملا تھا۔ حتیٰ کہ اس شاپنگ سینٹر میں بھی' دوسری وجہ آپ کی ناراضی' آپ نے کہا تھا ناراضی کے لیے رشتہ ہونا ضروری ہے۔ جب کہ ہمارا تعلق ہی نہیں۔ لیکن پھر بھی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ تیسرا میں نے پچھلی دفعہ آپ سے کچھ پوچھا تھا؟۔"

"میں آپ کو جواب دے چکی ہوں۔" اس نے رخ موڑ لیا۔

"انکار کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟۔"

"میں آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

"لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔" وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گئی۔

"میں آپ کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"شوق سے۔" پیچھے سے آتی آواز پر وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ فوٹو کاپی حبیبہ کو پکڑا کر وہ بینچ پر بیٹھ گئی۔ رہ رہ کر اسے غصہ آ رہا تھا۔

"عیشہ یہ شخص تمہیں پسند کرتا ہے۔ شادی بھی کرنا چاہتا ہے۔"

تو دماغ کی اطلاع پر اس نے تنک کر سوچا۔

"وہ صومیہ کا بھائی ہے۔"

"تو۔" اب کی بار اس نے کچھ سمجھنا چاہا تھا اور دماغ نے جو اسے سمجھایا اس کے بعد اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"حبیبہ! دو تین لڑکیاں اور ہیں تم فارم جمع کروا کر باہر آجانا میں گیٹ کے پاس کھڑی ہوں۔" حبیبہ کے سر ہلانے پر وہ تیزی سے باہر آئی۔ وہ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا' وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچ گئی۔

اسے دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

"میں نہیں جانتی آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔ لیکن اگر صرف وقت گزاری کر رہے ہیں تو بالکل غلط جگہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"وقت گزاری کرنی ہوتی تو میں آپ کو پروپوز نہ کرتا اور کیا میں شکل سے آپ کو فلرٹی لگتا ہوں۔؟"

"شکل ہمیشہ دھوکا دیتی ہے۔" وہ مسکرا دیا۔

"آپ کو مجھ پر شک کرنے کا حق ہے' لیکن میں آپ کو اپنی شرافت کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ آپ اپنے گھر کا ایڈریس دے دیں۔" عیشہ نے غور سے اس کی شکل دیکھی۔

"آپ شاید جانتے نہیں' میرا تعلق مڈل کلاس سے ہے۔" وہ اسے پرکھ رہی تھی۔

"مجھے تو اس سے فرق نہیں پڑتا' کیا آپ کو میری کلاس پر اعتراض ہے۔"

"اگر میں کہوں کہ مجھے آپ پہ اعتراض ہے تو۔" وہ حیران ہوا پھر مسکرا دیا۔

"آپ بتائیں' میں اس اعتراض کی وجہ کو ختم کر دوں گا۔"

اور اسی وقت دماغ نے اوکے کا سگنل دے دیا۔ حبیبہ واپس آئی تو ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں ویسے بھی مجھے آپ کا ایڈریس جاننے کے لیے آپ کو فالو کرنا ہی ہے۔" عیشہ اسے دیکھنے سے گریز ہی کر رہی تھی کیونکہ اس چہرے میں نظر آتا دوسرا چہرہ اس کے چہرے پر جو تاثرات لاتا تھا وہ اب انہیں اس شخص پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خاموشی سے گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ جب کہ حبیبہ آج بھی ماجرا سمجھنے کی کوشش میں حیران تھی۔

"کل میں اپنی مدر کو آپ کی طرف بھیج دوں گا۔" گاڑی سے اترتے ہوئے آفاق نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ حبیبہ کا دل اور زبان دونوں اللہ سے دعا مانگنے لگے تھے کہ عیشہ ہاں کر دے اور عیشہ کے مسکرانے پر جیسے وہ کھل اٹھا تھا۔ اس نے غور ہی نہیں کیا کہ سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھیں اس مسکراہٹ کے بالکل برعکس ہیں۔ اگر وہ ان آنکھوں کو پڑھ لیتا تو شاید کبھی مسکرا نہ پاتا۔

✡ ✡ ✡

"السلام علیکم!" اندر داخل ہوتے ہی اس نے با آواز بلند سلام کیا تھا۔

"کہاں تھے یار! کب سے انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے قریب بیٹھتے ہی حسن نے اسے دیکھ کر کہا۔

"بتاتا ہوں۔" وہ دھیمی آواز میں کہتے ہوئے سامنے بیٹھی صومیہ اور زرین کی طرف متوجہ ہوا۔

"یہ کس کی تصویریں ہیں؟" اس نے صومیہ کے ہاتھ میں تھامی تصویروں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ سب آپ کے لیے ہیں۔ اب آپ جلدی سے بتائیں۔ ان میں سے آپ کو کون سی پسند ہے۔ اور اس بار ان میں سے کسی ایک کو آپ کو پسند کرنا ہی پڑے گا۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے۔ دھونس سے بولی۔

"زبردستی ہے کیا۔"

"بالکل زبردستی ہے۔" اس نے تصویریں آفاق کے ہاتھ میں تھمائیں۔

"مجھے ان میں سے کوئی پسند نہیں۔" اس نے تصویریں میز پر رکھ دیں' جنہیں حسن نے فوراً" اٹھا لیا۔

"دیکھے بغیر کیسے کہہ دیا تم نے۔" زرین نے حیرت سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"یہ شادی نہ کرنے کے بہانے ہیں۔" صومیہ کے منہ پھلانے پر آفاق نے مسکرا کر اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔ بس ان میں سے کوئی تمہاری بھابھی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ تمہاری بھابھی میں نے پسند کر لی ہے۔" صومیہ اور زرین نے حیرت سے اسے دیکھا۔ جب کہ لڑکیوں کی تصویریں دیکھتا حسن اچھل پڑا۔

"کون؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"وہی۔" وہ زیر لب مسکرایا۔

"یہ تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو۔" زرین اٹھ کر ان کی قریب آگئیں۔

"ہاں کر دی اس نے؟"

"ہوں۔"

"حسن بھائی مجھے بھی بتائیں نا۔" صومیہ بے چینی سے آگے ہوئی۔

"تم تو کہتے تھے تمہیں اس کا اتا پتا نہیں معلوم' تو ملی کہاں؟" حسن نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

"گرلز کالج کے باہر۔"

"او میرے خدا' کیا زمانہ آگیا ہے' سن رہی ہیں آنٹی آپ!"

اس نے مسکراتی ہوئی زرین کو مخاطب کیا۔

"پلیز بھائی! آپ مجھے بتائیں۔ وہ کون ہے' رہتی کہاں ہے' مجھے ابھی لے کر جائیں۔ میں وہاں سے بات پکی کروا کر اٹھوں گی۔" صومیہ کی ایکسائٹمنٹ دیکھنے کے لائق تھی۔

"ممی! دراصل اس کا تعلق ہماری کلاس سے نہیں۔" آفاق نے کہتے ہوئے غور سے ماں کا چہرہ دیکھا۔ اور اس کی نظریں سمجھ کر وہ مسکرا دیں۔

"تمہیں کیوں لگا آفاق! کہ تمہاری ماں اسٹیٹس کانشس ہے۔ وہ گھر' وہ جگہ میرے لیے بہت اہم ہیں' کیونکہ وہاں وہ لڑکی رہتی ہے جو میرے بیٹے کی پسند ہے۔" اور آفاق جیسے پرسکون ہو گیا۔

"پھر آپ کل صومیہ اور حسن کے ساتھ چلے جایئے گا۔ ایڈریس میں حسن کو بتا دوں گا۔"

"اچھا پھر مجھے بازار لے چلو' میں کچھ شاپنگ کر لوں۔

پہلی بار خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں لگتا۔"

"ممی کو دیکھیں۔ کتنی جلدی ہے۔" صومیہ نے شرارت سے ماں کا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا۔

"اور اپنے بھائی کو نہیں دیکھا۔" حسن نے صومیہ کو آفاق کی طرف متوجہ کیا جس کے چہرے پر بہت خوبصورت رنگ تھے۔

"اچھا بھائی! بھابھی کا نام تو بتا دیں۔"

"عیشہ۔" صومیہ کی مسکراہٹ ماند پڑی تھی پھر اس نے سر جھٹک دیا۔ "دنیا میں ایک ہی عیشہ تو نہیں۔"

"تمہارے ساتھ ہی تمہارے ڈپارٹمنٹ میں پڑھتی تھی۔" اب حسن بولا تو اس کی دھڑکن رک سی گئی۔

"گھر کہاں ہے ان کا؟" آفاق اسے ایڈریس سمجھا رہا تھا جب کہ کمرے کی دیواریں اسے خود پر گرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"ثروت! سارا سامان گاڑی میں رکھواؤ۔ آفاق! حسن کو فون کرو ابھی پہنچا نہیں۔" باہر سے زرین کی چہکتی ہوئی آواز پر اس نے بمشکل خود کو نارمل کیا۔

"ارے تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔" اسے ایسے ہی بیٹھا دیکھ کر وہ حیران ہوئیں۔

"ممی! آپ کو لگتا ہے بھائی ٹھیک کر رہے ہیں؟"

"کیا مطلب!" "مطلب وہ لڑکی ہی کیا رہ گئی ہے بھائی کے لیے۔ ہمارے جاننے والوں میں کتنی خوبصورت پڑھی لکھی لڑکیاں ہیں اور پھر سب ہماری طرح ویل آف ہیں۔

جب کہ وہ لڑکی...... اسے میں جانتی ہوں' ایک دو بار اس کے گھر بھی گئی ہوں۔ وہ لوگ کسی طرح بھی ہمارے مقابلے کے نہیں۔ ہاں وہ خوبصورت ہے بس۔ اور بھائی اس کے بارے میں بھلا کیا جانتے ہیں۔"

"تو تم کیا جانتی ہو؟" خاموشی سے اس کی باتیں سنتی زرین نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"میں...... "وہ کوئی بہانہ سوچنے لگی۔

"اچھے کردار کی نہیں۔"

"نہیں ایسا تو نہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"بد دماغ ہے' بد تمیز ہے۔"

"ممی! آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں سب کیا سوچیں گے۔"

"بس۔" زریں نے ناگواری سے اسے ٹوک دیا۔

"تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔ لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ ایسی باتیں سوچنے کے لیے۔ اور پھر آفاق کے ساتھ شادی کے بعد وہ آفاق کے حوالے سے جانی جائے گی۔ ہماری فیملی اس کا حوالہ بنے گا۔ تم نے شاید غور نہیں کیا تمہارا بھائی کتنا خوش ہے۔ میں یہ سب سوچ سکتی تھی لیکن آفاق کی خوشی سے زیادہ تو کچھ نہیں۔ اور تم بھی خود کو ٹھیک کرو۔ ورنہ تمہارے بھائی کو برا لگے گا۔"

اس کا مضمحل چہرہ دیکھتے ہوئے وہ باہر نکل گئیں۔ اور ان کے باہر نکلتے ہی اس نے تکیہ اٹھا کر کارپٹ پر پٹخ دیا۔ وہ یہ سب روکنا چاہتی تھی' لیکن بے بس تھی۔ بھائی سے بات کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ کیا بتا کر منع کرتی۔ ممی کو روکنا چاہا تو وہ بھی اس کی حامی نکلیں۔ تھک کر وہ لیٹ گئی۔

"ہو سکتا ہے عیشہ کو پتا نہ ہو آفاق بھائی کے بارے میں اور جب پتا چلے گا تو وہ منع کر دے گی۔ اتنا تو میں اسے جانتی ہوں۔" کافی دیر بعد اسے یہ خیال آیا تھا لیکن اس خیال کے آتے ہی وہ پرسکون ہو گئی تھی۔ جب وہ لاؤنج میں آئی تو آفاق آفس سے آچکا تھا۔ اسے گھر میں دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"ارے صومیہ تم گئیں نہیں؟"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سوچا پھر چلی جاؤں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب آگئی۔

"کیا ہوا تمہیں؟" آفاق نے فکر مندی سے اس کی پیشانی کو چھوا۔

"بس سر میں درد تھا۔" اس کے اسی پیار پہ تو وہ نہال ہو جاتی تھی۔

ہارن کی آواز پر وہ دونوں ہی چونکے تھے۔ کچھ دیر بعد مسکراتے چہروں کے ساتھ حسن اور زریں اندر داخل ہوئے تھے۔ زریں نے آگے بڑھ کر آفاق کی پیشانی چومی۔

"بہت خوبصورت ہے۔ بہت پیاری' اللہ تم دونوں کو خوش رکھے۔" وہ اسے دعا دیتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں۔ تو اس نے مسکرا کر انہیں اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"کم آن آنٹی! اتنی خوشی کے موقع پر یہ آنسو بالکل اچھے نہیں لگتے اور یہ جو آنٹی نے تمہیں پیار کیا ہے یہ تمہیں

دراصل ان کی طرف سے داد ہے۔ عیشہ جیسی بہو ڈھونڈنے پر۔" اور زرین اس کے کندھے پر چپت لگا کر مسکرا دیں۔

"لو بھئی دولہے! تمہاری بات تقریباً" طے سمجھو' کل عیشہ بھابھی کی والدہ اور ہو سکتا ہے ان کے تایا آئیں والد محترم معذوری کے باعث چل نہیں سکتے۔ ایک بینک میں فورتھ گریڈ آفیسر تھے۔ عیشہ بھابھی اپنے والدین کی اکلوتی نور نظر ہے' ایک اور محترمہ حبیبہ صاحبہ بھی رہتی ہیں۔ جو ان کی رشتہ دار ہیں۔ لیکن بہن جیسی ہے۔ سو ایک عدد سالی رکھنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہو گا۔ اتنا کافی ہے یا کچھ اور بتاؤں؟" حسن نے ایک سانس میں بولنے کے بعد آفاق کا چہرہ دیکھا جو بڑی دلچسپی سے ساری اطلاعات سن رہا تھا۔

"اور کیا ہے؟"

"دیکھ رہی ہیں آنٹی۔" حسن نے شرارت سے زریں کو دیکھا۔

"تمہارے مطلب کی بات بتاتا ہوں۔ عیشہ بھابھی نے پیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ چہرہ میک اپ کے بغیر تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی دو منٹ کے لیے مجھے سکتہ ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہیں میں وقتاً" فوقتاً" ان سے بات کر کے یہ پتا کر لیتا تھا کہ وہ جاگ تو رہی ہیں۔" آفاق قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

جب کہ اسے یوں خوش دیکھ کر وہ نہال ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے صومیہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

وہ بالکل نہیں چاہتی تھیں کہ آفاق کو صومیہ کی ناپسندیدگی کی بھنک بھی پڑے اور اس کا دل برا ہو۔

"اور یہ سب کچھ اس چھٹکی کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو پہلی بار میں ہی کامیابی کا سہرا ہمارے سروں پر سجا ہے۔" حسن نے صومیہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"یہ عیشہ بھابھی کی فرینڈ ہے۔ پہلے وہ لوگ کچھ گھبرائے ہوئے تھے' لیکن اچانک صومیہ کا ذکر ہوا اور پھر تفصیل جان کر وہ بالکل مطمئن ہو گئے۔"

"تم نے کل بتایا نہیں صومیہ کہ تم عیشہ کو جانتی ہو؟" آفاق نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ بڑی دقت سے مسکرائی۔

"میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔"

"اچھا چھوڑو' کل وہ لوگ آئیں گے تو میں انہیں کہوں گی کہ شادی کی ڈیٹ جلدی سطے کر دیں۔" زریں کے کہنے پر وہ مسکرایا تو حسن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تھوڑا شرما ہی لو' تکلفاً" ہی کہہ دو کہ ممی اتنی جلدی کیا ہے؟"

"کیوں کہوں۔" وہ جیسے مزہ لیتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب ہے 'جلدی ہے۔" حسن کے قہقہے میں زریں کی ہنسی بھی شامل ہوئی تو اس نے بمشکل اپنے قہقہے کو قابو کیا۔ جب کہ صومیہ کا سارا وجود جل رہا تھا۔

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اس کا بھائی اسے بھولا تھا۔ اور یہ بھی عیشہ کی وجہ سے تھا۔

"وہ ابھی آئی بھی نہیں تو یہ حال ہے۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"عیشہ یہ سب کیوں کر رہی ہے؟" سوچ سوچ کر اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگی تھیں۔

"اسے روکنا ہو گا ہر حال میں۔" اس نے سوچا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

جب سے وہ لوگ عیشہ کو انگوٹھی پہنا کر گئے تھے تب سے کمرے میں بیٹھے وہ تینوں نفوس حیران تھے۔ لیکن ان تینوں کی حیرت ایک دوجے سے مختلف تھی۔ منظور اور فرحت اپنی خوش قسمتی پر حیران تھے۔ جب کہ حبیبہ وہ تو حیران سے زیادہ پریشان تھی۔ اس نے اس شاندار شخص کو دیکھتے ہی پاس کر دیا تھا۔ اور تصور ہی تصور میں اس نے ان دونوں کو ساتھ کھڑا کر کے بے اختیار چاند سورج کی جوڑی قرار دیا تھا۔ آفاق کی والدہ اور اس کے ساتھ صومیہ کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔ لیکن جب اسے پتا چلا کہ آفاق' صومیہ کا بھائی ہے' تب سے لے کر اب تک وہ اپنی سوچ پر کئی بار لعنت بھیج چکی تھی۔ انگوٹھی پہنائے جانے تک وہ اس کے انکار کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا' اسے لگا شاید عیشہ آفاق کے بارے میں' نہیں جانتی۔ لیکن یہ جان کر اسے زبردست شاک لگا تھا کہ وہ حقیقت جاننے کے باوجود اس سے شادی کر رہی ہے۔ وہ اس سے وجہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن اس کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر اس کی ہمت جواب دے جاتی تھی۔

"باجی۔ باجی!" حبیبہ کی گھبرائی ہوئی آواز پر عیشہ بیڈ

شیٹ بچھاتے ہوئے رکی۔
"وہ وہاب بھائی کا فون ہے۔"
"فون بند کردو۔" وہ دوبارہ بیڈ شیٹ بچھانے لگی۔
"اچھا رکو۔" کچھ سوچ کر اس نے حبیبہ کو منع کیا۔
"کیسی ہو عیشہ؟" اس کی آواز سنتے ہی بڑے نرم لہجے میں اس کا حال دریافت کیا گیا۔
"اللہ کا شکر ہے، آپ بتائیں کیسے زحمت کی۔؟" اس کے روکھے لہجے پر وہ کتنی دیر تک کچھ بول ہی نہیں سکا۔
"اگر آپ کا پی ٹی سی ایل فری ہو گیا ہے تو اس آفر کا فائدہ کہیں اور اٹھائیے۔ میرے پاس آپ کی خاموشی کو سمجھنے کے لیے فالتو وقت نہیں۔"
"عیشہ! تم ایسے بات کیوں کر رہی ہو؟"
"کیا مطلب ایسے بات کیوں کر رہی ہوں۔" وہ تنک کر بولی۔
"میں نے تمہارے لیے....."
"پلیز کم ٹو دا پوائنٹ۔" اس نے اکتا کر وہاب کی بات کاٹی۔
"تم آفاق سے شادی کیوں کر رہی ہو؟"
"میرا خیال ہے یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔"
"دیکھو عیشہ، تم مجھے بے شک غیر سمجھو لیکن تم میرے لیے آج بھی وہی عیشہ ہو میں تمہارے ساتھ برا ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ ان کے ساتھ ہمارا کوئی جوڑ نہیں، کل کو تمہیں کافی مشکلات ہو سکتی ہیں۔" وہ ایک دم ہنس پڑی تھیں۔
"مشورے کے لیے شکریہ، واقعی تمہیں میری کتنی فکر ہے، 'میرا جوڑ' بے جوڑ اور تمہارا اور صومیہ کا جوڑ 'بہترین جوڑ' کیا بات ہے۔" اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔ وہ پھر خاموش ہو گیا۔
"صومیہ بہت پریشان ہے۔"
"او، تو اصل بات یہ ہے۔ آپ کو تو بڑی تکلیف ہو رہی ہوگی۔ صومیہ کی پریشانی سے۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔
"صومیہ کو اگر اتنی ہی تکلیف ہے تو اس سے کہیں فوراً آکر مجھ سے بات کرے۔ آفٹر آل میں اس کے جان سے پیارے بھائی کی ہونے والی بیوی ہوں۔"
"عیشہ۔" اس کے انداز پر جانے کیوں وہ چیخ اٹھا۔
"عیشہ، تم یہ سب کیوں کر رہی ہو، کیسے تم کسی اور سے شادی کر سکتی ہو۔؟" اب کے اس کی آواز میں تڑپ محسوس کر سکتی تھی۔
"ویسے ہی جیسے تم کسی اور کے لیے مجھے چھوڑ سکتے ہو۔"
"عیشہ، جانتا ہوں تم آفاق کو پسند نہیں کرتیں تم میرے علاوہ کیسے کسی کو پسند کر سکتی ہو۔" اس کی جھنجلاہٹ اسے مزہ دے رہی تھی۔
"ارے، تمہیں یہ غلط فہمی کیسے ہوئی، دولت سب کچھ کروا سکتی ہے۔ اور پھر میں تو اس شہر کے نامور بزنس مین کی بیوی بننے والی ہوں۔" اس نے بیوی پر زور دیا تھا۔
"شٹ اپ عیشہ!"
"یو شٹ اپ مسٹر وہاب! اپنی آواز کو دھیما ہی رکھو اور تمہیں قاصد بننے کی کوئی ضرورت نہیں، اور نہ آئندہ مجھے فون کرنا۔" اس نے سختی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔ وہ تب سے صومیہ کی خاموشی پر حیران تھی، لیکن اب اس نے وہاب کو آگے کیا تھا۔ پورے ایک گھنٹے بعد ڈور بیل بجی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ نہانے کا پروگرام ملتوی کر کے اس نے تیل لگے بالوں کو کیچر سے سمیٹا۔
"ارے صومیہ! آج کتنے دنوں بعد آئی ہو۔" فرحت آج اسے عیشہ کی دوست کی بجائے متوقع نند کے طور پر ٹریٹ کر رہی تھیں۔
"آنٹی! مجھے عیشہ سے ملنا ہے۔"
"جاؤ بھئی، اب تمہیں اپنی بھابھی سے مطلب ہے۔ وہ اپنے کمرے میں ہے۔" وہ ہنس کر بولیں تو عیشہ کی نظریں دروازے پر جم گئیں۔ کچھ دیر بعد وہ لال بھبھوکا چہرہ لیے اس کے سامنے تھی۔ اس کے جلتے دل پر جیسے پھوار پڑی تھی۔ اس نے واقعی اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔
"کیوں کر رہی ہو تم یہ سب۔؟"
"میں کیا دنیا سے نرالا کر رہی ہوں۔ سب ہی تو شادی کرتے ہیں۔" اس کے حیران انداز پر صومیہ کے ہونٹ بھنچ گئے۔
"میرے بھائی سے شادی کیوں کر رہی ہو؟۔"
"تمہیں کیا لگتا ہے؟۔" عیشہ مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔
"اس سب میں میرے بھائی کا کیا قصور ہے؟۔" اب اس کی آواز کا جوش ماند پڑ گیا تھا۔

"جو تم نے میرے ساتھ کیا، کیا میں جان سکتی ہوں۔ اس میں میرا کیا قصور تھا؟۔"
"بدلہ لے رہی ہو؟۔"
"بالکل۔" وہ مزے سے بولی۔
"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ تمہیں یہ سب ختم کرنا ہو گا۔" وہ اضطرابی انداز میں ٹہلنے لگی۔ اس کے سامنے اپنے بھائی کا چہرہ گھومنے لگا تھا۔
"بھئی میں کیوں ختم کروں، میں تو تمہارے بھائی کے پاس نہیں گئی تھی کہ مجھے پروپوز کریں وہ خود آئے تھے بلکہ بار بار آئے تھے۔ میرا خیال ہے تم یہ درخواست اپنے بھائی سے کرو۔ شاید وہ کچھ کر سکیں۔" عیشہ نے اسے اس کے الفاظ لوٹائے تھے۔ ضبط کے مارے صومیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
"پلیز عیشہ! تم جانتی ہو آفاق بھائی میرے اور ممی کے لیے کیا ہیں۔"
"جانتی ہوں اسی لیے تو یہ سب کر رہی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔
"پلیز عیشہ، میرے بھائی بہت اچھے ہیں۔ وہ تمہاری نفرت ڈیزرو نہیں کرتے۔ تم انکار کر دو، انہیں وقتی طور پر دکھ ہو گا۔ لیکن پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عیشہ کچھ دیر تک اس کا چہرہ دیکھتی رہی، پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔
"بڑی تکلیف ہو رہی ہے، صومیہ! مجھے بھی ہوئی تھی۔ تمہاری وجہ سے ہے میرے سارے گھر والوں کو ہوئی تھی۔ وقت ایک موقع تو سب کو دیتا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتی تھی۔ وہ موقع مجھے اتنی جلدی ملے گا۔ اور بری تو میں بھی نہیں تھی جو اتنی تکلیف ڈیزرو کرتی۔" وہ دکھ سے بولی۔ "اور کیسی بہن ہو تم، اپنے بھائی کی خوشی تمہیں برداشت نہیں ہو رہی؟" بولتے بولتے اس نے پھر دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجالی۔ صومیہ کا ہاتھ ایک دم اٹھا تھا لیکن پھر فضا میں ہی معلق رہ گیا۔ عیشہ کی آنکھوں میں اتنی نفرت تھی کہ وہ بے جان ہو کر اس کے پہلو میں لٹکنے لگا۔
"یہ تھپڑ تمہیں بھاری پڑ سکتا تھا۔" عیشہ نے اسے وارن کیا۔
"میں بھائی کو تمہاری اصلیت بتا دوں گی۔" صومیہ کی دھمکی پر اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔
"تو اتنے دنوں سے کس بات کا انتظار کر رہی ہو۔ ضرور بتاؤ، لیکن ساتھ میں یہ ضرور بتانا کہ میرے یہ سب کچھ کرنے کی وجہ کیا ہے۔"
"میں تمہیں دیکھ لوں گی۔" صومیہ تلملا کر دروازے کی طرف بڑھی۔
"ضرور دیکھنا، کچھ دنوں میں تمہارے گھر ہی آ رہی ہوں، تمہاری بھابھی بن کر، تمہارے بھائی کو بہت جلدی ہے۔" اس کے مسکراتے لہجے پر صومیہ نے زوردار آواز سے دروازہ بند کیا تو اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر آنسوؤں کو باہر نکلنے سے روکا تھا۔
"باجی!" حبیبہ کی بھرائی ہوئی آواز پر اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔
"پلیز باجی، ایسا مت کریں۔ آپ کسی کی نہیں، خود اپنی زندگی برباد کر رہی ہیں۔ وہ شخص بھی تو صومیہ کا بھائی ہے۔ کیسا ہو گا۔ اور جب اسے پتا چلے گا کہ آپ نے اس سے شادی کیوں کی، تو جانتی ہیں اس کا انجام کیا ہو گا؟" حبیبہ نے برستی ہوئی آنکھوں سے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ کب سے خاموش تھی لیکن آج صومیہ اور عیشہ کی باتیں سن کر وہ خاموش نہیں رہ سکی۔
عیشہ نے ایک گہرا سانس لیا۔
"سب پتا ہے حبیبہ! سب سوچا تھا۔ لیکن تم اس درد کو محسوس نہیں کر سکتیں جو مجھے ملا ہے۔ محبت کے نام پر، دوستی کے نام پر، اعتماد کے نام پر، کوئی ایسا بھی کرتا ہے؟ میں جانتی ہوں وہ صومیہ کا بھائی ہے، میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھی تھی۔ لیکن جب میں نے اس سے شادی کا فیصلہ کیا، میرے ذہن میں وہ شخص، اس کی پسندیدگی، اس کی امارت کچھ نہیں تھا۔ بس اتنا یاد تھا کہ صومیہ اس شخص سے بہت محبت کرتی ہے۔ اتنی کہ اگر اس شخص کو تکلیف ہوگی تو وہ تڑپے گی۔ اتنا تو جانتی ہوں جب محبت کے جواب میں بے رخی ملے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم جس انجام کا ذکر کر رہی ہو۔ اس سے آگاہی بھی ہے مجھے۔ جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو وہ چہرہ مجھے جانا پہچانا لگا تھا۔ پتا ہے کیوں، کیونکہ اس کے نقوش اس چہرے سے بہت ملتے ہیں۔ جس سے میں نفرت کرتی ہوں، میں اس شخص سے بھی نفرت کرتی ہوں۔" اس کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا۔
"آپ اس شخص کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزاریں

گی۔ جس سے آپ نفرت کرتی ہیں۔"

"ساری زندگی تو بہت دور کی بات ہے کچھ دیر برداشت کرنا مشکل ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو میں اس کی زندگی میں خوشیاں بھرنے جارہی ہوں' نہیں بلکہ اس کی زندگی سے ہر خوشی چھیننے جارہی ہوں۔ میری نفرت دیکھ کر اسے دکھ ہوگا۔ اور وہی دکھ صومیہ محسوس کرے گی یہی میں چاہتی ہوں۔ میری نفرت جلد ہی اس کی پسندیدگی کو ختم کردے گی۔ وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ امی ابو کو دکھ تو ہوگا' میری زندگی پر داغ بھی لگے گا۔ لیکن پھر بھی حبیبہ! میں یہ سب کروں گی۔" حبیبہ اس کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔

"رونا بند کرو حبیبہ! دیکھو میں رو رہی ہوں۔" اس نے حبیبہ کو الگ کرکے اس کے آنسو صاف کیے اور اس کے گال تھپکتے ہوئے باہر نکل گئی۔

✡ ✡ ✡

"یہ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ میرے بھائی کی پسندیدگی کا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ بھائی کو اس کی اصلیت پتا چلے تو خود اس کی عقل ٹھکانے آجائے گی۔" وہ کھولتے ہوئے دماغ کے ساتھ آفاق کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ممی نے تو خوامخواہ عیشہ کو ہوا بنا رکھا ہے۔ وہ نہ ملی تو جیسے بھائی..... "اس نے سر جھٹک کر خود کو کچھ برا سوچنے سے روکا۔

"میں ممی سے زیادہ بھائی کو جانتی ہوں' میں منع کروں گی۔ ذرا طریقے سے بات کروں گی۔" اس نے آہستہ سے ہینڈل گھما کر تھوڑا سا دروازہ کھولا ساتھ ہی حسن کا قہقہہ سنائی دیا۔

"یہ عورتوں کا ڈپارٹمنٹ ہے دولہے میاں' صومیہ کو یہ ذمہ داری سونپو۔"

"ہاں صومیہ بھی تیاری کرلے' لیکن اس کے لیے برائیڈل ڈریس میں خود لوں گا۔"

"یہ تم نے عیشہ کو زیادہ ہی سر پر سوار کرلیا ہے۔"

"پتا نہیں حسن! میں اس سے دھیان ہٹانا بھی چاہتا ہوں لیکن وہ بے دھیانی میں بھی میرے دھیان میں رہتی ہے۔ میں جو اس کے لیے محسوس کررہا ہوں میں تمہیں بتا نہیں سکتا لیکن بس اتنا جانتا ہوں' اگر وہ انکار کردیتی تو میں کبھی کسی اور سے شادی نہیں کرسکتا تھا۔ کبھی نہیں۔" اس کے قطعی لہجے پر صومیہ کی گرفت دروازے پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

"وہ ہیر تو نہیں پھر میرا دوست رانجھا کیسے بن گیا۔" حسن نے افسوس سے سر ہلایا تو آفاق کا قہقہہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔ وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹی' عیشہ کا قہقہہ بھی ان قہقہوں میں شامل ہوگیا تو اپنے کمرے میں آکر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

✡ ✡ ✡

اپنے سامنے پھیلے زرق برق کپڑے اسے سخت تکلیف دے رہے تھے۔ جوں جوں شادی کے دن قریب آرہے تھے اس کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ صومیہ نے اس دن کے بعد کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ آج اس بات کو بھی بیس دن گزر گئے تھے اور پورے بارہ دن بعد اس کی شادی تھی۔ لیکن اس کی پریشانی کی وجہ صومیہ نہیں یہ شادی تھی۔ اسے اس شخص سے رتی برابر لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن شادی کا مطلب بھی وہ جانتی تھی۔ وہ اس شخص کو سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن پھر بھی سوچ رہی تھی اور اسے سوچ سوچ کر اس کی وحشت بڑھ رہی تھی۔

"کہاں جارہی ہو۔" اسے تیار دیکھ کر فرحت حیران ہوئیں۔

"میں منور انکل کے اسکول جارہی ہوں۔"

"کیوں' بس ایسے ہی باہر جانے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"جاؤ پھر بازار سے ہو آؤ۔"

"نہیں' بازار جانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"اچھا حبیبہ کو ساتھ لے جاؤ' اکیلی کہاں جاؤ گی۔" وہ اس کے پیچھے لپکیں' لیکن وہ سنی ان سنی کرکے باہر نکل گئی۔

✡ ✡ ✡

"کارڈز پرنٹنگ کے لیے دیے ہیں۔" آفاق نے حسن کو دیکھا جو چائے میں بسکٹ ڈبو ڈبو کر کھا رہا تھا۔

"فکر نہ کرو۔ تمہاری شادی پر سارے لوگ پہنچ جائیں گے۔" وہ کپ میں بچی چائے کے دو بڑے گھونٹ لے کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اچھا کوئی کام رہ گیا ہو تو جلدی بتادو۔ آفس چھوڑ کر آرہا ہوں۔" اسے فائل میں محو دیکھ کر حسن بولا۔

"سارا کام تو ہوگیا ہے' لیکن اگر کوئی رہ گیا ہے تو سوچ لو۔"

"وہ تو میں سوچ لوں گا' پر تم خود بھی کچھ سوچ لیا

کرو۔"

"سوچتا تو ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"کیا؟" حسن کرسی پر آگے پیچھے جھولتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

"عیشہ کو" حسن ایک دم رک گیا۔

"اوہ میرے بھائی کیا بنے گا تیرا جس اسپیڈ سے تو عیشہ عیشہ کررہا ہے کسی دن تجھ سے پوچھا گیا' سنیے آپ کا نام کیا ہے جواب ملے گا عیشہ۔" وہ قہقہہ لگا کر فائل پر جھک گیا۔

"تم رہنے دو میں دیکھتا ہوں۔" فون کی بیل پر اس نے اسپیکر کا بٹن دبا دیا۔

"السلام علیکم آفاق ٹریڈنگ' میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟۔" حسن کے خالص سیکریٹری والے انداز پر وہ فائل پر نظریں دوڑاتا رہا۔ لیکن دوسری طرف سے آتی آواز پر اس نے چونک کر فون کو دیکھا۔

"میں آفاق صاحب سے بات کرسکتی ہوں؟"

"آپ کون؟" حسن نے پہلے ابرو اچکا کر آفاق کو دیکھا جس کے چہرے پر پہچاننے اور نہ پہچاننے کی کیفیت تھی۔

"عیشہ" آفاق کا ہاتھ ریسیور کی طرف بڑھا تو حسن نے جلدی سے اپنا ہاتھ اوپر رکھ دیا۔

"بھابھی میں حسن بول رہا ہوں۔ کیا حال ہے آپ کا؟۔" وہ تو یہاں نہیں ہے۔" وہ ہنسا تو آفاق نے اسے ایک مکا رسید کیا۔

"السلام علیکم عیشہ! کیا حال ہے آپ کا؟" وہ جلدی سے بولا۔ وہ اسپیکر بند کرنا چاہ رہا تھا لیکن حسن نے ایسا کرنے نہیں دیا۔

"جی ٹھیک ہوں' آپ فارغ ہیں۔؟"

"جی بالکل۔"

"آپ انکل منور کے اسکول آسکتے ہیں؟ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"خیریت؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"جی۔"

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں۔"

فون آف کرکے اس نے حسن کو پیٹنا شروع کردیا۔ اور وہ مار کھانے کے باوجود لوٹ پوٹ ہورہا تھا۔

"یہ تم لوگوں نے ملاقاتیں کب سے شروع کی ہیں۔ اگر آج میں فون نہ سنتا تو پتا ہی نہیں چلنا تھا۔"

"بکواس نہ کرو۔" آفاق نے سیدھا ہو کر کوٹ کو جھٹکا دیا اور انگلیوں سے بکھرے بالوں کو سنوارا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟" اپنے پیچھے آتے حسن کو اس نے خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"تمہارے ساتھ۔" وہ مزے سے بولا۔

"بالکل نہیں' اپنے آفس جاؤ۔"

"ارے واہ' مطلب نکل گیا تو آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں' میں بھی سنوں گا تو بھابھی کو کیا کہتا ہے۔" وہ بولا تو آفاق نے اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

اسٹاف کے کئی لوگوں نے ان دونوں کو حیرت سے دیکھا وہ تیزی سے باہر نکلا جب کہ حسن اس کے پیچھے بھاگا تھا اور اس سے پہلے گاڑی میں جاکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"اب میری شکل کیا دیکھ رہے ہو' چلو۔" آفاق نے غصے سے اسے گھورا۔

"آئینہ بتا کیسے ان کا دل چرانا ہے۔ آج پھر اکیلے میں ان سے ملنے جانا ہے۔" حسن کی گنگناہٹ پر اس نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

"بس چپ۔" حسن نے ایک ناراض سی نظر آفاق پر ڈالی۔ تبھی اس نے بھی حسن کو دیکھا۔ نظریں ملیں اور گاڑی دونوں کے قہقہوں سے گونجنے لگی۔

✡ ✡ ✡

اس نے گہرا سانس لے کر گراؤنڈ میں کھیلتے بچوں پر سے نظر ہٹائی اور گیٹ کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا' وہ خاموشی سے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ سر جھٹک کر اس نے پھر سامنے دیکھا وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا۔ وہ کھڑی ہوگئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" اس کی آنکھوں اور لہجے میں اشتیاق محسوس کرکے وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ اسے مسلسل خاموش دیکھ کر آفاق نے غور سے اس کا جھکا ہوا سر دیکھا۔ جو کچھ مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ مجھ سے بات کرنا چاہتی تھیں؟۔" اس نے چونک کر آفاق کو دیکھا۔

"جی۔"

"بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" آفاق نے بینچ کی طرف اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے بولنے کا منتظر تھا۔ اس نے خود کو

بولنے کے لیے تیار کیا۔
"امی نے آپ کی مدر کو بتایا تھا۔ آپ کو بھی پتا ہوگا میں پہلے اپنے کزن کے ساتھ منسوب تھی۔ پھر وہ کسی اور لڑکی میں انوالو ہوگیا۔ تو ہمارا رشتہ ختم ہوگیا۔" وہ آنکھیں جھکائے گویا تھی۔
"میں جانتا ہوں' کیا آپ اس وجہ سے پریشان ہیں؟۔" اس نے سر نفی میں ہلایا۔
"دراصل میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن میرے پیرنٹس پریشان تھے۔ اس لیے میں نے آپ کے پرپوزل پر ہاں کی تھی۔" اسے محسوس ہوا مقابل کی مسکراہٹ مدہم ہوگئی ہے۔
"میں...." وہ رک کر مناسب الفاظ تلاش کرنے لگی۔
"میں آپ سے شادی کررہی ہوں۔ لیکن مجھے ابھی کچھ وقت چاہیے۔" مسلسل خاموشی پر اس نے جھجکتے ہوئے نظریں اٹھائیں۔ ان لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔
"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ میرے لیے یہی بہت ہے کہ آپ میری بن کر میرے ساتھ رہیں۔" عیشہ نے ایک جھٹکے سے نظریں اٹھائیں۔
"اور کچھ؟۔" اس کا لہجہ کچھ شوخ سا تھا۔
"میں تمہاری یہ مسکراہٹ چھین لوں گی۔" اس کی نظریں کہہ رہی تھیں لیکن لب خاموش تھے۔
"چلیں' میں آپ کو ڈراپ کردوں۔"
"نہیں' میں چلی جاؤں گی۔"
"ٹھیک ہے' چلتا ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔" وہ اس پر گہری نظر ڈالتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔
"آیئے شہزادے! پھر کیا بات ہوئی۔؟" اس کے بیٹھتے ہی حسن نے شرارت سے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ مسکرادیا' لیکن حسن کو ڈراپ کرنے کے بعد اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں ابھری تھیں۔

☼ ☼ ☼

عیشہ کو ڈھونڈتے ہوئے فرحت کمرے میں داخل ہوئی تھیں جو گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے' تھوڑی گھٹنوں پر ٹکائے جانے کس سوچ میں گم تھی۔ ان کے دل کو کچھ ہوا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی عیشہ کا نکاح آفاق سے ہوا تھا۔ پتا نہیں کیوں لیکن اس کی خاموشی انہیں ہولا رہی تھی۔
"کیا سوچ رہی ہو بیٹا!" انہوں نے قریب آکر اس کے سر پہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی پھر مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔ ماں کا پیار بھرا لمس اس کا ضبط آزما رہا تھا۔ اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔
"تھک گئی ہوں امی!" اس کے لہجے میں اچانک تھکن سمٹ آئی تھی۔
"سوجاؤ تھوڑی دیر پھر شام کو مہندی کا فنکشن ہے۔" اس نے آنکھیں بند کرلیں لیکن آنکھیں بند کرتے ہی سارا بچپن اس سے جڑے کتنے ہی خواب آنکھوں میں اتر آئے تھے۔ اب بھی ایسا ہی ہوا تو اس نے جھٹکے سے جلتی ہوئی آنکھوں کو کھولا۔ اسے عیشہ منظور سے عیشہ آفاق بنے صرف بیس منٹ ہوئے تھے لیکن صرف ان چند منٹوں میں ہی سارے وجود میں تھکن سی اتر آئی تھی۔ اس نے فرحت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام کر خود کو جیسے کسی مضبوط حصار میں میں چھپانا چاہا۔
ایسے میں فرحت کی آواز ابھری۔
"معصومیہ کی امی بھی بہت اچھی ہیں' تم ان سب کا دھیان رکھنا۔ ہمارے اور ان کے ماحول میں بہت فرق ہے لیکن مجھے یقین ہے' میری بیٹی بہت سمجھ دار ہے۔ سب سنبھال لے گی۔"
"دعا کریں امی! جو میں چاہتی ہوں' وہ ہوجائے۔" وہ پھر بولی۔ "عیشہ...." اسے مسلسل خاموش دیکھ کر انہوں نے جھجکتے ہوئے پکارا تو وہ آنکھیں کھول کر سیدھی ہوگئی۔
"ماضی کو بھول جاؤ بیٹا!"
"کیسے؟۔" اس کے لب خاموش تھے۔
"وہاب تمہاری قسمت میں نہیں تھا۔"
"کیوں۔" اس کا دل رونے لگا۔
"اب آفاق ہی تمہارا سب کچھ ہے۔"
"نہیں' بالکل نہیں۔" دماغ چلّایا جبکہ دل تو پہلے ہی اس کے اس فیصلے سے ناراض تھا۔
"آفاق کو دیکھ کر مجھے لگا جیسے وہ بنا ہی تمہارے لیے ہے۔" اب عیشہ نے چونک کر ان کا چہرہ دیکھا' جہاں آفاق کے لیے بے حد شفقت تھی۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"تایا ابو چلے گئے۔؟"

"نہیں' باہر بیٹھے ہیں۔"
"اور ابو؟"
"وہ جب سے مسجد سے آئے ہیں' اپنے کمرے میں بیٹھے ہیں۔ بیٹی کے فرض سے خوش اسلوبی سے سبکدوش ہونا بڑی خوش نصیبی ہے لیکن اس کے پرائے ہونے کا احساس بہت بڑا ہوتا ہے۔ پرائی تو تم آج سے ہوگئی ہو' کل اس گھر سے بھی چلی جاؤگی۔" اب فرحت کا حوصلہ بھی جواب دے گیا تھا۔ وہ رو پڑیں تو عیشہ نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔
"شاید آجاؤں واپس۔" اس کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ فرحت نے دہل کر اسے دیکھا۔
"کیسی منحوس باتیں کررہی ہو' ہمیں اس تکلیف میں بھی سکون ہے۔ آئندہ ایسے الفاظ کبھی اپنے منہ سے نہ نکالنا۔" اچانک انہوں نے درشتی سے اسے ٹوک دیا تو وہ مسکرادی۔
تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ سلطان صاحب کو دیکھ کر فرحت کھڑی ہوگئیں جبکہ عیشہ غور سے ان کی نم آنکھیں دیکھنے لگی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گئے۔
"میں گھر جارہا تھا' سوچا عیشہ سے مل لوں پھر شام کو فنکشن ہے' تفصیل سے بات نہیں ہوسکے گی۔"
"چلیں پھر آپ باتیں کریں' میں ذرا باہر انتظامات دیکھ لیتی ہوں۔" فرحت ان کا نم لہجہ بھانپ گئی تھیں' اس لیے باہر نکل گئیں۔
"مجھے معاف کردو بیٹا! میں کچھ نہیں کرسکا۔ آج تم کسی اور کی ہوگئی ہو۔ تم نہیں جانتیں' مجھے کتنی تکلیف ہورہی ہے۔ تمہارے حوالے سے کتنے خواب دیکھے تھے ہم نے' وہ سب اب...." وہ ہونٹ بھینچ کر چپ ہوگئے جبکہ اس کا دل پھر کرلانے لگا۔
"آپ مت روئیں تایا ابو! میں نے کبھی آپ کو الزام نہیں دیا اور نہ میں آپ سے ناراض ہوں۔" وہ ان سے الگ ہوکر اپنے آنسو صاف کرنے لگی پھر ان کو کچھ کہنے کی کشمکش میں مبتلا دیکھ کر اس نے دیوار سے ٹیک لگالی۔
"تایا ابو! ایسی کوئی بات مت کہیے گا جو میں مان نہ سکوں۔" وہ کچھ دیر اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتے رہے پھر سر جھکا لیا۔
"اللہ تمہیں سدا خوش رکھے' میری یہی دعا ہے۔ تمہارا ساتھی صحیح معنوں میں تمہاری قدر کرنے والا ہو۔" وہ اس کی پیشانی چوم کر باہر نکل گئے تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔
"میں جانتی تھی' آپ کیا کہنا چاہتے تھے لیکن میں وہاب کو معاف نہیں کرسکتی۔" اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بہہ نکلا۔
"تم کیوں رو رہی ہو عیشہ اور کس کے لیے' جس کو تمہاری قدر نہیں۔" دماغ کے ڈپٹنے پر اس نے بے دردی سے آنکھوں کو مسل ڈالا۔

☼ ☼ ☼

اس کی نظریں بار بار بھٹک کر پھولوں سے سجے کمرے پر دوڑنے لگتیں۔ وہ پھر گھبرا کر نظریں جھکا لیتی۔ اب سے پہلے وہ اس کے وعدے کے باعث مطمئن تھی لیکن اب اس کمرے میں جس کا مالک وہ تھا اور پھر وہ خود بھی تو اس کے اختیار میں تھی۔ اگر وہ اپنی بات سے مکر گیا تو..... یہ بات اسے پریشان کررہی تھی۔
اسی وقت دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی' اس کے دل کی دھڑکن بے حد تیز ہوگئی۔
"السلام علیکم۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے لیے ایسی خاموشی چھائی تھی کہ اسے اپنی دھڑکن کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔
اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔
"میں نے سنا تھا' کل آپ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں لیکن اتنا لمبا آپ کا گھونگھٹ تھا' میں دیکھ ہی نہیں سکا لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج سے زیادہ خوبصورت نہیں لگ رہی ہوں گی۔" عیشہ نے دوبارہ سر جھکا لیا۔ چند لمحوں بعد اس کے سر جھکانے پر وہ اٹھ کر دائیں طرف بنے دروازے میں گم ہوگیا۔ وہ پھر اس کے سامنے تھا۔
"یہ آپ کے لیے۔" اس نے ایک ڈبہ اس کے آگے کیا پھر اسے کھول کر ایک لاکٹ اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اس کے سامنے کیا۔
"میں پہنادوں؟"
"نہیں' میں خود پہن لوں گی۔" وہ گھبرا کر بولی اور جلدی سے لاکٹ اس کی ہتھیلی سے اٹھالیا۔ اس کی اس ادا پر

آفاق کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"مجھے چینج کرنا ہے۔" اس کی گہری ہوتی مسکراہٹ نے اسے وہاں سے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ وہ کہتے ہوئے بیڈ سے اترنے لگی۔

"کرلیجئے گا' ابھی تھوڑی دیر بات کرتے ہیں۔ آپ کو میرے بارے میں پتا چلے گا' مجھے آپ کے بارے میں۔" آفاق نے ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا لیکن وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ آفاق نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو ضرورت سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"عیشہ..." وہ اس کی طرف بڑھا۔ عیشہ بے ساختہ تین قدم پیچھے ہٹی تھی۔ آفاق نے ہونٹ بھینچ لیے' اس کا ضبط کے مارے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا تو گہرا سانس لے کر پیچھے ہٹا۔

"یہ ڈریسنگ روم ہے۔ وارڈروب میں آپ کے کپڑے ہنگ ہیں۔ آپ چینج کرلیں۔" اس کے کہتے ہی وہ بھاری لہنگا سنبھالتے ہوئے تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھی۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے۔" اندر آکر اس نے بے اختیار خود کو ڈانٹا۔

کپڑے بدلنے کے بعد وہ جان بوجھ کر دیر سے باہر آئی' وہ بیڈ پر بیٹھا پر سوچ انداز میں پھولوں کی پتیوں کو دیکھ رہا تھا۔ آہٹ پر چونک کر سیدھا ہوا۔ اس کی مسکراہٹ پر وہ نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

"آپ یہاں آجائیں۔" اسے وہیں کھڑا دیکھ کر آفاق نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ڈریسنگ روم کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں یہاں ٹھیک ہوں۔"

آفاق نے کچھ کہنا چاہا پھر سر جھٹک کر بیڈ سے کمبل اٹھا کر اس کے قریب آگیا۔ اس کے ساتھ ایک خوشبو کا مہکتا ہوا جھونکا بھی آیا تھا۔ عیشہ نے سراسیمہ ہو کر اسے دیکھا۔

"آپ کو اس طرح گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے' میں آپ کی خواہش کا احترام کروں گا۔ جب تک آپ چاہیں۔" عیشہ نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے کمبل لے لیا۔ وہ ڈریسنگ روم کی طرف مڑا تو اس نے کمبل سر تک اوڑھ لیا۔ کچھ دیر بعد لائٹ بند ہوتے ہی اندھیرا چھا گیا اور کمرے میں ہلکی نیلی روشنی پھیل گئی۔ اس نے ذرا سا کمبل سرکا کر بیڈ کی طرف دیکھا' وہ لیٹ چکا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کمبل منہ پر لے لیا۔

☼ ☼ ☼

صبح آنکھ کھلتے ہی اس کی نظریں اجنبی دیواروں سے ٹکرائیں۔ گلابوں کی مہک نے اس کے خوابیدہ حواس کو مکمل طور پر جھنجوڑ دیا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا' وہاں کوئی نہیں تھا۔ بھاری پردے ہونے کی وجہ سے بہت کم روشنی کمرے میں آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھنے لگی۔ گیلے بالوں کو سکھانے کے بعد اس نے انہیں برش کیا اور باہر نکل آئی۔ اور آفاق کو کمرے میں کھڑا دیکھ کر وہیں رک گئی۔ "گڈ مارننگ" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"حبیبہ اور آپ کے تایا جی ابھی گئے ہیں۔ آپ سو رہی تھیں' اس لیے میں نے جگایا نہیں۔" اس کے خوشگوار انداز پر عیشہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ناشتہ یہاں کریں گی یا... اچھا ایسا کرتے ہیں' ڈائننگ روم میں ساتھ کرتے ہیں اور آپ کو آپ کا گھر بھی دکھا دیتا ہوں۔" وہ بہت بے تکلفی سے بات کر رہا تھا۔

"آیئے۔" وہ دروازے کے قریب رک کر بولا تو وہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ سب سے پہلے سامنا اس کا زریں سے ہوا۔ ان کی مسکراہٹ پر وہ گھبرا کر نظریں چرانے لگی۔

"میں نے سوچا میں عیشہ کو گھر دکھا دوں۔" آفاق ان سے کہہ رہا تھا تو انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر اسے گلے لگا لیا۔

"چلیں آپ کو دوسرا پورشن دکھاؤں۔"

"نہیں بس۔"

"چلیں ٹھیک ہے اب ناشتا کرلیتے ہیں۔" وہ ڈائننگ روم کی طرف بڑھا تو وہ صومیہ کے قریب رک گئی۔

"ویلکم نہیں بولو گی صومیہ! اپنی بھابھی کو۔" اس کا انداز دل جلانے والا تھا۔

"مائی فٹ۔" صومیہ نخوت سے بولی۔

"چہ چہ... کتنی بری بات ہے۔ تمہارے بھائی کو پتا چلا کہ تم میرے آنے پر خوش نہیں تو سوچو کتنا دکھ ہو گا انہیں۔"

"تمہیں اس کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"واقعی مجھے کیا ضرورت ہے۔" عیشہ کندھے اچکا کر بولی۔

"بھابھی جی! بھائی جی ناشتے کے لیے بلا رہے ہیں۔" ثروت کے کہنے پر اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"میں تو جا رہی ہوں۔ لگتا ہے' ایک ہی دن میں تمہارے بھائی کو میرے بغیر کھانا بھول گیا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے ڈائننگ روم کی طرف بڑھی' جبکہ صومیہ مٹھیاں بھینچے اس کی پشت کو گھور رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

آفاق کے قہقہہ لگانے پر اس نے بمشکل اپنے قہقہے کو مسکراہٹ میں تبدیل کیا۔ مسلسل ہنسنے سے اب اس کے جبڑے دکھنے لگے تھے۔ آفاق کا یہ روپ پچھلے کچھ عرصہ سے اس کی نظروں میں آیا تھا' اس کے نزدیک وہ بہت سنجیدہ اور نرم طبیعت کا تھا لیکن حسن کے ساتھ بیٹھتے ہی اس کا سینس آف ہیومر غضب کا ہو جاتا تھا۔

"پھر بھابھی! آپ کی دعوتوں کا سلسلہ کب تک مزید جاری رہے گا۔" حسن اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آج کل تو کوئی دعوت نہیں۔"

"پھر آپ لوگ ہنی مون پر کب جا رہے ہیں۔" عیشہ نے قدرے چونک کر اسے دیکھا اور پھر آفاق کو جو مسکرا رہا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس نے حتیٰ الامکان لہجے کو نارمل رکھا۔

"کیوں' آپ جو کہیں گی' وہی ہو گا۔ اس کی کیا ہمت جو آپ کو انکار کرسکے۔" اس نے آفاق کو شرارت سے دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"ایسا کرتے ہیں' بھوربن چلتے ہیں۔ وہاں ہمارا ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔"

"یہ چلتے ہیں سے کیا مراد ہے تمہاری۔" زریں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آنٹی! اکیلے بچوں کو بھیجنے کا زمانہ نہیں آج کل' اس لیے ہم سب ان کی حفاظت کے لیے ساتھ چلیں گے۔" صومیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ عیشہ نے جلدی سے اس کا چہرہ دیکھا جو اپنے بھائی کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

"کیوں بھابھی!" حسن کے پوچھنے پر وہ ایک نظر اسے دیکھ کر اپنے ناخنوں سے کھیلنے لگی۔

"لگتا ہے آپ کو آئیڈیا پسند نہیں آیا۔ چلیں پھر ایسا کرتے ہیں' سوئٹزر لینڈ چلتے ہیں۔ آپ کے شوہر کو بہت پسند ہے۔ تین سال پہلے میں اور آفاق گئے تھے لیکن میرا خیال ہے آپ کے ساتھ زیادہ خوش رہے گا۔" وہ شرارت سے آفاق کو دیکھنے لگا جو بہت غور سے عیشہ کو دیکھ رہا تھا۔

"دو ماہ تو ہو گئے ہیں تم لوگوں کی شادی کو' اب کہیں گھوم پھر آؤ۔" زریں کے بھی کہنے پر اس نے جبراً مسکرا کر سر جھکا لیا۔

"اس پر بعد میں ڈسکس کریں گے' ابھی تم میرے ساتھ چلو۔" اسے تذبذب میں دیکھ کر آفاق زبردستی حسن کو باہر لے گیا۔ زریں کے جانے کے بعد عیشہ نے مسکراتی نظروں سے صومیہ کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"یہ سب کرنا تھا تو شادی کیوں کی تھی؟" صومیہ سے اپنے بھائی کا اترا ہوا چہرہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"یہی سب کرنا تھا' اسی لیے تو شادی کی تھی۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"میں تمہاری طرح پیٹھ پیچھے وار نہیں کرتی۔ میں نے پہلے ہی تمہیں کہا تھا' صرف بدلہ لینے تمہارے گھر آرہی ہوں' ورنہ تم سمیت تمہارے بھائی سے میں نفرت کرتی ہوں۔" اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"بدلہ مجھ سے لو' میرے بھائی سے کیوں۔ وہ تمہارا کتنا خیال رکھتے ہیں۔"

"تم سے ہی تو بدلہ لے رہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

وہ بے خوفی سے بولی تو صومیہ کشن صوفے پر پٹخ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے مسکرا کر صوفے کی بیک سے ٹیک لگالی۔

☼ ☼ ☼

"عیشہ..." وہ وارڈروب کھولے آفاق کے کپڑے نکال رہی تھی' جب آفاق کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"دراصل آج ہمارے آفس میں ایک انویٹیشن کارڈ آیا تھا جس میں شہر کے سب بزنس مین ود وائف انوائیٹڈ ہیں۔" عیشہ نے اپنی بیزاری چھپانے کے لیے چہرہ وارڈروب کی طرف موڑ لیا۔

"میں جانتا ہوں' آپ کو پارٹی میں جانا زیادہ پسند نہیں لیکن آپ کا جانا ضروری ہے پھر میرے آفس کا اسٹاف بھی

وہاں ہوگا تو اگر آپ نہ گئیں تو....."

"کب جانا ہے؟" آفاق کا خیال تھا وہ منع کر دے گی لیکن اس کے اتنی جلدی مان جانے پر وہ مسکرا دیا۔

"آج رات کو نو بجے۔" وہ سرہلا کر اپنے کپڑے منتخب کرنے لگی۔

رات کو مکمل تیاری کے بعد اس نے پیچھے ہٹ کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کا ارادہ بالکل بھی آفاق کے ساتھ جانے کا نہیں تھا لیکن یہ سن کر کے اس کا اسٹاف بھی آرہا ہے' اس کا ارادہ بدل گیا تھا کہ وہاں وہاب ہوگا اور آج کی اس بھرپور تیاری کا مقصد بھی یہی تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ کتنی خوش ہے۔

زریں نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا جبکہ صومیہ کی آنکھوں میں بھی ستائش اتری جو اس کی مسکراہٹ دیکھ کر تلخی میں بدل گئی۔ آفاق کی بھرپور نظروں کے احساس پر وہ مسکرائی تھی' اس پر صرف ایک دھن سوار تھی۔ وہاب کا اترا ہوا چہرہ دیکھے اور پھر پارٹی میں ہر ایک نظر میں اس کے لیے ستائش تھی۔ ہر فرد کپل کو سراہ رہا تھا اور اسے دیکھ کر وہاب کے چہرے پر جو رنگ اترے تھے' اس کا دل شاد ہو گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد وہ سرشاری جھنجلاہٹ میں بدلنے لگی۔ آفاق کی بار بار خود پر اٹھی نظریں آج اور ہی رنگ لیے ہوئے تھیں۔ اتنی تیاری کرتے ہوئے اس کے ذہن میں صرف وہاب تھا کیونکہ چار ماہ گزر جانے کے بعد اسے آفاق کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ وہ اپنے کیے ہوئے وعدے کو نبھا رہا تھا لیکن وہ یہ بھول گئی تھی جب یہاں ہر دوسری نظر بے اختیار اس پر اٹھ رہی ہے تو پھر جو شخص ہر لمحہ اس کے ساتھ ہے' جس کا دل ہر لمحہ اس کے لیے دھڑکتا ہے' اس کا دل کیسے بے قابو نہیں ہوگا۔ گھر آنے تک وہ جھنجلاہٹ' گھبراہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے غصے سے کندھے سے بے قابو ہوتے دوپٹے کو کندھے پر ٹکایا اور نوچنے والے انداز میں چوڑیاں اتارنے لگی۔

"اگر اختیار بندے کے ہاتھ میں آجائے تو اسے کتنی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔" آفاق کی آواز پر اس نے بے ساختہ آئینے میں دیکھا' جہاں وہ دروازے کے قریب کھڑا کوٹ اتار رہا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"اپنی اور میری مثال لے لیں۔ اللہ کو میری محبت سچی لگی تو انھوں نے بغیر آزمائش کے آپ کو مجھے سونپ دیا جبکہ آپ کو میری محبت پر شک ہے' اس لیے آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ میری آزمائش کب ختم ہوگی۔" وہ اب ٹائی اتار رہا تھا' کنگن اتارتا اس کا ہاتھ وہیں ساکت ہو گیا۔ وہ بے ساختہ پیچھے مڑی۔ وہ شرٹ کے بٹن کھولتا ہوا اس کے قریب آگیا۔

"آپ کو اندازہ ہے' آپ کتنی خوبصورت ہیں۔ بندہ بشر ہوں' کسی وقت بھی بہک سکتا ہوں۔" وہ کانپ کر رہ گئی۔

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔" بہت کوشش کے باوجود بھی اسے اپنی آواز میں کپکپاہٹ محسوس ہوئی تھی۔

"وعدہ تو ہوتا ہی توڑنے کے لیے ہے۔" اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"جسٹ جوکنگ۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹا تو وہ تیزی سے واش روم میں گھسی۔

"سمجھتے کیا ہیں خود کو۔" دھڑکتے دل کو قابو کرتے ہوئے اس نے غصے سے قیمتی دوپٹہ اسٹینڈ پر پھینکا اور منہ دھونے لگی۔

کچھ دیر بعد جب وہ باہر آئی وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے آنکھیں بند کیے مسکرا رہا تھا۔

اس نے دوپٹہ سائیڈ پر رکھ کر کمبل سے خود کو ڈھانپ لیا۔ اپنے قریب آہٹ محسوس کر کے اس نے ذرا سا کمبل سرکایا' وہ بالکل اس کے سر پر کھڑا تھا' اس نے گھبرا کر دوپٹہ خود پر لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ اس کے قریب بیٹھ گیا تو اس نے جلدی سے کمبل کے ساتھ اپنی ٹانگوں کو بھی سمیٹا۔ اس کے پرفیوم کی مخصوص خوشبو اس کے اردگرد پھیلنے لگی تو اس نے بے بسی سے اپنے قریب بیٹھے آفاق کو دیکھا۔

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ یہ وقت کتنا ہوگا' کیا مزید کچھ ہفتے۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔

"مہینے۔" اس کی خاموشی پر وہ مزید گویا ہوا۔

"سالوں بھی لگ سکتے ہیں۔" اچانک اس نے بولنے کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھا' جہاں مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی' وہ بے اختیار مسکرائی۔

"چلیں یہ انتظار زندگی کے ساتھ ہی ہے نا' زندگی کے آخری لمحے تک انتظار کروں گا۔" وہ کچھ دیر بعد اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولا جبکہ اس بار اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"گھر میں سب ٹھیک ہیں۔" فرحت کے پوچھنے پر اس

نے مسکرا کر سرہلایا اور کوک کا گلاس اٹھالیا۔

"حبیبہ کہاں ہے۔"

"وہ تمہارے تایا کے گھر گئی ہے۔ تمہاری تائی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو وہاب اسے لے گیا۔"

"وہاب یہاں کیوں آیا تھا؟" اس نے رک کر ان کا چہرہ دیکھا تو وہ جیسے کہہ کر پچھتائیں۔

"بیٹا! اس سے اکثر کام پڑتا رہتا ہے۔"

"کیا کام۔ سارے بل' گھر کا سامان' ان کے لیے آفاق نے ملازم رکھوایا تو تھا۔"

"ہاں لیکن وہاب بار بار آرہا تھا۔ معافی مانگ رہا تھا تو تمہارے ابو نے' ہم نے سوچا اپنا ہی بچہ ہے۔"

"کیا..." وہ چیخ اٹھی۔

"اپنا بچہ..... میں پھر کون ہوں' کون ہوں میں ابو؟" اس کی تیز آواز سن کر منظور صاحب بھی وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے وہاں آگئے تھے۔

"بیٹا! وہاب کے بارے میں تم جانتی ہو' وہ میرے اکلوتے بھائی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ بچپن سے میں نے اسے اپنا بیٹا سمجھا ہے۔ جو وہاب نے کیا' اسے بھلا میں بھی نہیں سکتا لیکن کچھ رشتوں کی نزاکت ایسی ہوتی ہے کہ انہیں چھوڑا نہیں جا سکتا۔" اس کے قریب بیٹھنے پر وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھانے لگے۔

"چلتی ہوں۔" کچھ دیر بعد وہ کھڑی ہو گئی۔

"ناراض ہو کر جا رہی ہو؟" فرحت اس کے پیچھے آئی تھیں۔

"نہیں۔ گھر میں کچھ کام ہے' مجھے شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ سوچا حبیبہ کو ساتھ لے لوں لیکن....." اس نے سر جھٹکا۔

"اللہ حافظ۔" وہ باہر نکل آئی۔ ڈرائیور اس کے انتظار میں گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔

"آپ گاڑی آفس طرف موڑ لیں۔" اچانک کچھ سوچ کر اس نے کہا۔

اسے دیکھتے ہی آفس میں خوشگوار سی ہلچل مچ گئی۔ وہاب نے حیرت سے اپنے سامنے شعلہ بار نظروں سے خود کو گھورتی عیشہ کو دیکھا جو اس وقت اس کے مالکن کے روپ میں کھڑی تھی۔ ایک نظر سب پر ڈال کر وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ اس کے کھڑا ہوتے ہی وہ اس کے کیبن کے آگے سے ہٹ کر آفاق کے روم کے سامنے جا کر رکی۔

"کل کی پارٹی اچھی رہی تھی۔" حسن کے کہنے پر وہ اثبات میں سرہلا کر کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوا۔

"کل ثناء بھی بھابھی کی کافی تعریف کر رہی تھی۔ میں نے تو کہہ دیا۔ میرے دوست کو داد دو جس نے اتنی خوبصورت بیوی خود ڈھونڈی۔" حسن نے اپنی منگیتر کا ذکر کیا تو وہ اس کے انداز پر مسکراتا رہا۔

"ہاں' وہ کتنی خوبصورت ہے۔ اس کا دل جانتا ہے لیکن وہ اس خوبصورتی کو سراہ نہیں سکتا۔ اس کے پاس سارے اختیارات ہیں لیکن وہ ان کو استعمال نہیں کر سکتا۔ کتنی بے بسی ہے۔ کل وہ بے بس ہوا تھا بلکہ جب جب وہ اس کے پاس ہوتی تھی' دل بے قابو ہونے لگتا تھا لیکن کل وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ..... اس نے گہرا سانس لے کر نظریں کمپیوٹر سے ہٹا کر حسن کو دیکھا۔ وہ مگن انداز میں اخبار پڑھ رہا تھا لیکن وہ اس یقین کو توڑنا نہیں چاہتا تھا جو عیشہ کو اس پر تھا۔ اسے اس وقت کا انتظار تھا جب وہ بھی اسے چاہے گی اور اسے یقین تھا' ایک وقت ایسا ضرور آئے گا۔

اندر داخل ہوتی عیشہ کو ان دونوں نے حیرت سے دیکھا جبکہ حسن کو وہاں دیکھ کر وہ بہ مشکل مسکرائی تھی۔

"زہے نصیب۔ آئیے بھابھی۔" سب سے پہلے وہ ہی حیرت سے باہر نکلا۔ وہ سر جھکائے آفاق کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کچھ منگواؤں۔" عیشہ کے سر نفی میں ہلانے پر وہ ابرو اچکا کر آفاق کو دیکھنے لگا' جو عیشہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں خاموش بیٹھے تھے۔

"میں ذرا ابھی آتا ہوں۔" عیشہ کو سنجیدہ دیکھ کر وہ باہر نکل گیا۔ وہ تب بھی خاموش بیٹھی رہی تو آفاق نے تشویش سے اس کا جھکا سر دیکھا۔

"عیشہ....."

"آفاق! اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو آپ مجھے دیں گے؟"

"تم کہہ کر تو دیکھو۔" وہ جیسے کھل اٹھا تھا۔

"آپ ابھی اسی وقت وہاب کو اپنے آفس سے نکال دیں اور آپ مجھ سے کوئی وجہ نہیں پوچھیں گے۔" وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"عیشہ! آفس کے کچھ رولز....." آفاق کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ جھٹکے سے اٹھی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

پھر وہ سارا راستہ کڑھتی رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

"آج لگتا ہے، کافی زبردست کھانا پکا ہے۔" آفاق نے ڈش کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے چور نظروں سے عیشہ کو دیکھا جو سر جھکائے کانٹے سے پلیٹ پر کچھ لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ناراضی کے اس اظہار پر وہ مسکراہٹ روکتا ہوا اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"صومیہ کھانا نہیں کھا رہی؟"

ثروت کو بھیجا ہے بلانے، دوست کے گھر گئی تھی۔ جب سے وہاں سے آئی ہے، کمرے میں ہی بند ہے۔ زریں کے کہنے پر اس نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ تب ہی صومیہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے صومیہ! کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" وہ اسے بازو کے گھیرے میں لے کر بولا جبکہ عیشہ کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہونے لگیں۔

"میں آج اپنی دوست کی طرف گئی تھی، وہ مجھے بتا رہی تھی کہ آپ نے وہاب کو جاب سے فارغ کر دیا ہے۔" صومیہ کی بھاری آواز پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ "وہ بھی بغیر کسی ریزن کے۔ آپ جانتے ہیں اسے میں نے جاب دلوائی تھی پھر وہ عیشہ کا کزن بھی تھا۔" اس نے غصے سے عیشہ کو دیکھا جس کی ساری بے زاری غائب ہو چکی تھی اور وہ بہت دلچسپی سے صومیہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"یہ آفس کا مسئلہ ہے صومیہ! تم نہیں سمجھو گی اور اتنی سی بات کے لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسے کہیں اور جاب مل جائے گی۔ چلو شاباش کھانا کھاؤ۔"

اس نے صومیہ کو اپنے سامنے والی کرسی پر بٹھا دیا جبکہ اس کے برعکس عیشہ اب بڑی رغبت سے کھانا کھا رہی تھی۔

"یہ سب تم نے کیا ہے۔" آفاق اور زریں کے اٹھتے ہی صومیہ نے کھا جانے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"تمہیں کوئی شک ہے۔ تمہارے لیے اگر تمہارے بھائی کسی کو جاب دے سکتے ہیں تو میری خاطر نکال بھی سکتے ہیں۔ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا تمہارے بھائی مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ میرے لیے اپنے اصول توڑ دیے۔ قسمت ہے نا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی اور مغرور سی چال سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے مسکرا کر آفاق کو دیکھا جو پہلے ہی اس کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"تھینکس۔"

"فار واٹ؟"

"بس ایسے ہی آپ کو تھینکس کہنے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"اس کے انداز پر وہ بھی بے نیازی سے بولی تو وہ ہنس پڑا۔

"بہت بہت شکریہ، میرا شکریہ ادا کرنے کا۔"

"چائے پییں گے؟"

"تم پیو گی؟"

"جی۔"

"تو میں بھی پی لوں گا۔" وہ باہر نکل گئی تو کتنی دیر تک وہ مسرور سا دروازے کو دیکھتا رہا۔

✡ ✡ ✡

وارڈ روب کی طرف تیسری دفعہ بڑھتے ہوئے وہ نڈھال ہو چکی تھی۔ سارے کپڑے فرش پر ڈھیر تھے۔

"کیا ہوا؟" آفاق نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ نے کل جو چیک دیا تھا نہیں مل رہا۔"

"کہاں رکھا تھا۔"

"آپ نے ڈائننگ ٹیبل پر دیا تھا تو پھر مجھے یاد نہیں آ رہا۔" اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"یہیں ہو گا۔" وہ خود بھی تلاش کرنے لگا۔

"کتنے کا چیک تھا؟"

"پچیس لاکھ کا۔" اور عیشہ کا سانس رک سا گیا۔

تب ہی گھبرائی ہوئی زریں اندر داخل ہوئیں۔

"کیا ہوا، ملا۔" اس کے نفی میں سر ہلانے پر وہ پریشان ہو گئیں۔

صومیہ ان کے پیچھے آئی تھی، سب کے برعکس وہ کافی پرسکون تھی۔

"سارے نوکروں سے پوچھ لیا ہے، انہوں نے لیا ہو گا تو بتائیں گے نا۔ ویسے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ عیشہ! تم نے بھی تو کبھی پچیس لاکھ کی رقم اکٹھی نہیں دیکھی ہو گی۔" عیشہ نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا جبکہ زریں نے گھبرا کر، وہ اس پر چوری کا الزام لگا رہی تھی۔

تب ہی آفاق ڈریسنگ روم سے نکلا۔ صومیہ گھبرا گئی۔

"چیک ملا؟" اس کے پوچھنے پر زریں اور صومیہ دونوں نے سکون کا سانس لیا جبکہ وہ اب تک ساکت تھی۔

"عیشہ! تمہیں اتنی لاپروائی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کہاں رکھا تھا؟" صومیہ نے مسکراتی ہوئی نظروں سے اس کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا۔ آفاق نے اس کی خاموشی پر بغور اسے دیکھا۔

"کوئی بات نہیں عیشہ! گھر میں ہی کہیں ہو گا۔ اگر نہیں ملا تو میں بینک فون کر کے منیجر سے بات کر لیتا ہوں۔" عیشہ نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ جہاں کوئی ناراضی نہیں تھی۔

"اور اگر کیش ہو گیا تو؟"

"تو..." وہ رکا۔ "یہ میرا ہیڈیک ہے۔ آپ کو بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ممی! آپ ایک بار پھر باہر چیک کر لیں۔" وہ ان کے ساتھ باہر نکل گیا جبکہ صومیہ اپنے بھائی کے رویے پر ابھی تک حیران تھی۔

"میں جانتی ہوں، وہ چیک تمہارے پاس ہے۔ بہتر ہو گا تم وہ اپنے بھائی کو واپس کر دو۔ یہ سب تم نے مجھے آفاق کی نظروں میں گرانے کے لیے کیا تھا لیکن یہ اتنا آسان نہیں۔ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہاں تم خود اپنے بھائی کی تکلیف کی وجہ بن رہی ہو۔" عیشہ نے صومیہ کو دیکھا جس کا چہرہ رنگ بدل رہا تھا۔ اس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے صومیہ سے تو کہہ دیا تھا، اسے پروا نہیں لیکن حقیقتاً وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"عیشہ! آپ ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟" آفاق اسے نیچے بیٹھا دیکھ کر پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔

"یہ چیک مل گیا، وہیں ڈائننگ روم میں تھا۔ صومیہ کو ملا ہے۔" عیشہ جانتی تھی کہ وہ چیک اسی کے پاس ہے۔

"اٹھیں یہاں سے۔" آفاق نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

"بیٹھیں یہاں۔" وہ اسے صوفے پر بٹھا کر خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"میں نے آپ سے کہا نا پریشانی والی کوئی بات نہیں پھر چیک بھی مل گیا ہے۔" عیشہ نے گردن گھما کر اس کا چہرہ دیکھا اور کتنی دیر تک دیکھتی رہی۔

"عیشہ....." آفاق نے بہت پیار سے اس کے چہرے کو چھوا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"چلیں پھر میں شام کو آپ سے بات کرتا ہوں اور بالکل ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں۔" وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"چلو اچھا ہوا آج صومیہ کو مزہ آیا اور اس کے بھائی کو بھی۔" دماغ نے قہقہہ لگایا تو وہ اضطرابی انداز میں پہلو بدلنے لگی۔ "یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی ہے۔" دل نے سرزنش کی۔

"وہ بہت اچھا ہے۔" دل ایک ہی تکرار کرنے لگا تو وہ گھبرا گئی۔

"میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔" اس کے کمزور لہجے پر دل نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا، وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

✡ ✡ ✡

دور تک پھیلے سبزے نے اس کی نظروں کو ٹھنڈک پہنچائی تھی۔ وہ سلیپر اتار کر گھاس پر چلنے لگی۔ اس نے آبشار کے پتھروں کو چھوا پھر مسکرا کر نیچے گرتے پانی کو ہتھیلی میں رکھنے لگی۔ چند لمحوں بعد وہ مسکراتے ہوئے سیدھی ہو گئی۔

"آپ...." اس نے حیرت سے سامنے کھڑے آفاق کو دیکھا جو دونوں ہاتھ سینے پر باندھے محظوظ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جھینپ کر سر جھکا گئی۔

"اچانک آنکھ کھلی تو دیکھا آپ کمرے میں نہیں تھیں پھر آپ کو ڈھونڈتا ہوا یہاں آ گیا۔" وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"اچھا ہوا میں آ گیا، ورنہ اس نظارے سے محروم رہ جاتا۔" اس کی شرارت محسوس کر کے اس کا سر مزید جھک گیا۔

"ویسے آپ کی اسی بے ساختگی نے ہمیں آپ کا دیوانہ کیا تھا۔" اس آفاق کے انداز پر نظریں چرا کر وہ پانی میں ہاتھ چلانے لگی۔

"آپ کو یاد ہو گا پہلی بار ہم اسکول میں ملے تھے۔" وہ ملاقات یاد آنے پر عیشہ کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عیشہ نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا جو اس کی بجائے سامنے دیکھ رہا تھا اور ہونٹوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ

تھی جیسے وہ منظر اس کے سامنے پھر زندہ ہو گیا ہو۔
"اس دن میں آپ کو دیکھ کر غیر ارادی طور پر رکا تھا اور جب آپ نے بال کھول کر آسمان کو دیکھا تب مجھے لگا' میں وہاں سے ہل نہیں سکوں گا۔ آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں لیکن اب آپ ہمیشہ انہیں باندھ کر رکھتی ہیں' بالکل اپنے دل کی طرح۔" اس کے اچانک بات بدلنے پر وہ مسکرا کر سر جھکا گئی۔
"میں پہلی نظر میں تو آپ کی خوبصورتی سے انسپائر ہوا تھا لیکن محبت اس احساس کی وجہ سے ہوئی جو آپ کو دیکھ کر محسوس ہوا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سب کچھ ہوتا ہے لیکن پھر بھی کوئی ایک کمی رہ جاتی ہے۔ پاپا کی ڈیتھ کے بعد میں بھی ایسا محسوس کرنے لگا تھا۔ بہت اکیلا' ادھورا سا لیکن میں بڑا تھا' خود کو کمزور ظاہر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اگر میں کمزور پڑ جاتا تو ممی اور صومیہ کو کون سنبھالتا۔ ممی اور صومیہ کو میری ضرورت تھی' ان کو میں نے کبھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ جب میں ان کے آنسو پونچھ رہا ہوتا ہوں تو میرا دل بھی رو رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنے دل کی ہر بات' ہر پریشانی مجھ سے شیئر کرتی ہیں لیکن میں اپنی پریشانی انہیں نہیں بتا سکتا۔ حسن میرا بہت اچھا دوست ہے' میں اس سے ہر بات کرتا ہوں لیکن پھر بھی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دل چاہتا ہے کسی ایسے شخص سے کی جائیں جو اپنا ہو جس پر اپنا آپ عیاں کرکے آپ کو شرمندگی نہ ہو' کوئی ڈر نہ ہو' یہ احساس مجھے آپ کو دیکھ کر ملا تھا۔ پتا نہیں لیکن آپ کو دیکھتے ہی وہ تشنگی جو سالوں سے میرے اندر پنپ رہی تھی' وہ مٹنے لگی تھی۔ صرف ایک لمحہ لگا تھا مجھے یہ جاننے میں کہ میرا گمشدہ حصہ میرے سامنے ہے۔ آپ کو پانے کے بعد مجھے اپنا آپ مکمل محسوس ہونے لگا ہے لیکن اب اگر کسی پل یہ سوچوں کہ آپ میرے پاس نہ ہوں تو میری سانسیں رکنے لگتی ہیں۔"
عیشہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اتنی محبت پر وہ حیران تھی۔ کچھ دیر بعد اس کی نظریں خود ہی جھک گئیں۔ اس کی باتوں نے اس کے پورے وجود میں ہلچل مچا دی تھی۔
"واک کریں۔" وہ ایک دم کھڑی ہو کر بولی تو وہ مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔
"آپ اپنی کار کسی کو چلانے نہیں دیتے؟" اچانک اس کی [illegible] پڑی۔

"صومیہ نے شکایت کی ہو گی۔" وہ مسکرایا تو وہ چپ رہی پھر دوبارہ اس کا چہرہ دیکھا۔
"اگر میں کہوں کہ میں آپ کی کار چلاؤں تو کیا آپ مجھے اجازت دیں گے؟"
"آپ کو ڈرائیونگ آتی ہے؟"
"سیکھی تو تھی۔"
"ٹھیک ہے۔" وہ مسکرایا تو عیشہ حیرت سے رک گئی۔
"واقعی۔"
"اس میں حیران ہونے والی کون سی بات ہے' مجھ سمیت میری ہر چیز پر آپ کا حق ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا جبکہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی۔
"آفاق....." اس کی پکار پر وہ حیران ہو کر مڑا۔
"آپ مجھے تم کہا کریں' آپ' بہت عجیب لگتا ہے۔"
آفاق نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا اس کی محبت نے اس کے دل پر پہلی دستک دے دی ہے؟ وہ ایک بار پھر اس کے ساتھ چلنے لگی۔ عیشہ نے چور نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بمشکل اس کے کندھے تک پہنچ رہی تھی جبکہ بلیک لیدر کے سلیپر میں نظر آتے پاؤں اس کے ہم قدم تھے۔ سیاہ ٹی شرٹ سے جھانکتا بازو اور یہ ہاتھ' اس کا دل چاہا وہ اس ہاتھ کو تھام لے۔ دل کی فرمائش پر وہ گھبرا کر رک گئی۔
"کیا ہوا؟" آفاق نے رک کر اسے دیکھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ تیزی سے اندر بڑھی۔ پہلے تو وہ حیران ہوا اور پھر اس کے چہرے پر بہت خوبصورت مسکراہٹ نے جگہ بنالی۔

☼ ☼ ☼

"باجی! آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" عیشہ نے گہرا سانس لے کر آنکھیں کھول دیں اور پاس بیٹھی حبیبہ کو دیکھا جو متفکر چہرہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔
"میں جب بھی آتی ہوں حبیبہ! تم ایک ہی سوال بار بار کرتی ہو' تمہیں کیوں شک ہے کہ میں ٹھیک نہیں۔" وہ اب جھنجلا گئی تھی۔
"آفاق بھائی ٹھیک ہیں؟"
"بالکل ٹھیک ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"آپ کے ساتھ ٹھیک ہیں؟"

اس نے لمبی سانس لی۔ تب ہی فرحت اندر داخل ہوئیں تو حبیبہ کا مزید سوال پوچھنے کا ارادہ ملتوی ہو گیا۔
"عیشہ! کیا پکاؤں تمہارے لیے۔"
"کچھ بھی پکالیں' میں مہمان تھوڑی ہوں۔"
"تم تو نہیں ہو مگر آفاق بھی تو کھانا کھائے گا۔"
"میں آج یہیں رہوں گی' ہو سکتا ہے آفاق نہ آئیں۔"
آفاق کو اندر آتا دیکھ کر فرحت حیران ہوئیں پھر مسکرا کر بولیں۔
"بیٹھو بیٹا!" آفاق نے حیرت سے کارپٹ پر بیٹھی عیشہ کو دیکھا جو سر صوفے پر رکھے شاید سو رہی تھی۔ فرحت نے افسوس سے عیشہ کا حلیہ دیکھا۔
"عیشہ....." انہوں نے اسے اٹھانا چاہا۔
"رہنے دیں آنٹی!" غنودگی میں اسے آفاق کی آواز کا گمان ہوا۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا اور آفاق کو دیکھ کر ہڑبڑا کر کھڑی ہوئی۔ پاس رکھی تیل کی شیشی الٹ گئی۔ اس نے جلدی سے اسے سیدھا کیا جو کارپٹ پر نقش و نگار بنا چکی تھی۔ آفاق زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی بوکھلاہٹ دیکھ رہا تھا۔
"آپ کب آئے؟"
"ابھی ابھی۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔
"آنٹی! انکل کہاں ہیں؟" آفاق نے فرحت سے پوچھا۔
"اپنے کمرے میں تھے' میں دیکھتی ہوں۔"
اسے بیٹھنے کا اشارہ کرکے خود باہر نکل گئیں۔ عیشہ نے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ کچھ حیران ہو کر آفاق کو دیکھنے لگی جو بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نیلی قمیض و کالی شلوار' دوپٹے سے بے نیاز' تیل سے تر بالوں اور آنکھوں میں نیند کا خمار لیے وہ اسے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس کی مسلسل خود پر جمی نظروں سے اسے اچانک اپنے حلیے کا احساس ہوا۔ اس نے فوراً جھک کر کشن پر سے حبیبہ کا پیلا دوپٹہ اٹھا لیا۔ کالے نیلے پیلے کامبینیشن کو دیکھ کر آفاق کی ہنسی بے قابو ہوئی تھی جبکہ اس کا شرم سے سرخ ہوتا چہرہ اب کھسیاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔
"اچھا انکل آنٹی اجازت دیں۔ چلیں عیشہ!" تھوڑی دیر بعد سب سے مل کر وہ کھڑا ہو گیا۔

"جی....." وہ حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔
"دراصل ممی کو تم سے کام تھا تو انہوں نے کہا' تمہیں لے آؤں۔" اس کے بہانے پر وہ تلملا کر رہ گئی۔
"جاؤ عیشہ! ہو سکتا ہے ان کو ضروری کام ہو۔"
اسے مزید بحث کے موڈ میں دیکھ کر فرحت نے بھی ٹوک دیا تو وہ پیر پٹختے ہوئے کمرے میں آگئی۔ جب وہ کپڑے بدل کر آئی تو وہ گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔
"میں صبح آپ سے کہہ کر آئی تھی کہ میں آج رہوں گی پھر....." وہ بیٹھتے ہی غصے سے بولی۔
"ہاں کہا تو تھا' پر مجھے تمہارے بغیر رات کو نیند نہیں آتی۔" وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے سامنے دیکھ رہا تھا۔
"میں کیا رات کو....." آدھا جملہ بول کر اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا لیکن اس نے آدھے جملے کا بھی مزہ لیا تھا۔
"رات کو کیا؟"
"لوریاں سناتی ہوں۔" اس کے جلے ہوئے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"لیکن تمہاری موجودگی میرے لیے کسی لوری سے کم نہیں ہوتی۔"
"ہونہہ۔" وہ سر جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
"چلو ڈنر کرتے ہیں' صبح سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔" ریسٹورنٹ دیکھ کر اس نے گاڑی روک دی۔
"میں اس حلیے میں باہر نہیں جاؤں گی۔" اس نے اپنے تیل سے بھرے سر کی طرف اشارہ کیا تو وہ گاڑی سے باہر اتر گیا۔
"آؤ۔" وہ اس کی سائیڈ کا دروازہ کھول کے کھڑا تھا۔
"پلیز آفاق! لوگ کیا کہیں گے۔"
"کہیں گے کتنی خوبصورت لڑکی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا تو وہ مجبوراً باہر نکل آئی۔
"انکل کہہ رہے تھے' میں وہاب کو دوبارہ جاب پر رکھ لوں۔" کھانے کے دوران اس نے دوبارہ وہی موضوع چھیڑ دیا۔ اس نے ناگواری سے سر جھکا لیا۔
"جب تمہارا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں تو غصہ کیوں؟"
"آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔" عیشہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ یہ خدشہ بھی اسے آج ہی لاحق ہوا تھا۔

"واٹ؟" وہ حیران رہ گیا۔

"میں کیوں تم پر شک کروں گا' وہ بھی وہاب کے حوالے سے جبکہ میں جانتا ہوں' تم میری بیوی ہو۔" وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"تم نے مجھے اتنا گھٹیا سمجھ رکھا ہے۔" اچانک وہ چپ ہو گیا تو اس نے ہمت کر کے سر اٹھایا' وہ خاموشی سے چاولوں میں چمچ گھما رہا تھا اور پہلی بار اسے تکلیف میں دیکھ کر اسے اچھا نہیں لگا۔

"آئی ایم سوری آفاق!" اس کا لہجہ کافی نادم تھا۔ آفاق اسے روہانسا دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آئندہ ایسا مت کہنا' میں کبھی تم پر شک نہیں کر سکتا۔ میں صرف تمہیں معاف کرنے کو کہہ رہا ہوں کیونکہ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" عیشہ کچھ دیر اس کا مہربان چہرہ دیکھتی رہی پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"تم دماغ سے بہت سوچتی ہو' کبھی کبھی دل کو بھی بولنے کا موقع دیا کرو۔" وہ شرارت سے بولا تو اس کی بات سمجھ کر بھی بے نیازی سے بولی۔

"میں دل کو زیادہ لفٹ نہیں کرواتی' لفٹ کروانے کی دیر ہوتی ہے۔ یہ تو سر چڑھ کر بولنے لگتا ہے' اس لیے میں ہمیشہ دماغ کی سنتی ہوں۔" آفاق نے ابرو اچکائے جیسے اس کے خیالات سن کر متاثر ہوا ہو۔

"پھر تو تم بہت لکی ہو جو دل پر تمہیں قابو ہے۔ میرا دل تو بہت خود سر ہے۔ ہمیشہ اپنی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود میں دل کی بات مان کر بہت پر سکون رہتا ہوں۔ تم بھی کبھی اس کی بات سن کر دیکھو' بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔" وہ اس کے گہرے انداز پر ایک نظر اسے دیکھ کر ارد گرد بیٹھے لوگوں کو دیکھنے لگی۔

"پتا نہیں' آپ کے مسئلے حل ہوتے ہوں گے' میں تو دل کے ہاتھوں پریشان ہو گئی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اس سے مخاطب تھی۔

"میں وہاب کو دوسری برانچ میں اپائنٹ کردوں گا کیونکہ انکل آنٹی نے مجھ سے بات کی ہے تو میں انہیں منع نہیں کر سکتا' جبکہ وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔

"کیا میں اپنے دل کو اس شخص کا ہونے سے روک سکوں گی۔" اندر مکمل خاموشی تھی جبکہ دل دھڑک دھڑک کر کچھ کہہ رہا تھا۔

"میرے بارے میں سوچ رہی ہو۔" اس کے زیر لب مسکرانے پر اس نے گھبرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"اچھا' دراصل تمہارے چہرے پر میرا عکس کافی واضح نظر آ رہا تھا۔" عیشہ کا ہاتھ بے اختیار اپنے چہرے کی طرف بڑھا جیسے وہ اسے چھپانا چاہ رہی ہو۔ اس کے قہقہے پر اسے اپنی حرکت کا احساس ہوا تو وہ مزید نروس ہو گئی۔

"بہت برے انسان ہیں آپ۔" وہ غصے سے کھڑی ہوئی۔

"بالکل نئی اطلاع ہے میرے لیے۔" وہ پیسے ٹیبل پر رکھ کر اس کے پیچھے لپکا۔

☼ ☼ ☼

"آنٹی! مجھے ذرا بازار تک جانا تھا۔"

"ہاں بیٹا! لیکن ڈرائیور تو مارکیٹ تک گیا ہے۔"

"میں آفاق کی گاڑی میں جا رہی ہوں۔" اسے مسلسل نظر انداز کرتی صومیہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ صبح مجھے چابی دے گئے تھے۔" اس نے مسکراتی نظروں سے صومیہ کا حیران پریشان چہرہ دیکھا۔

"میں جاؤں؟"

"ہاں۔" اس کے اجازت طلب کرنے پر اپنی حیرت کو پس پشت ڈال کر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ گنگناتے ہوئے بڑی احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ آفاق کو سوچتے ہوئے اس کے ہونٹ خود بخود مسکرانے لگے۔

"آپ کو اندازہ ہے' آپ کتنی خوبصورت ہیں۔" بہت قریب سے یہ آواز سنائی دی تو اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔

تب ہی سائیڈ سے نکلتی کار کو دیکھ کر وہ بوکھلا گئی اور رائٹ ٹرن کرنے کی کوشش میں گاڑی ایک موٹر بائیک سے ٹکرا کر دیوار سے جا لگی اور اس کا سانس رک سا گیا۔ کافی لوگ گاڑی کے گرد اکٹھے ہونے لگے جبکہ کچھ اس بائیک کے سوار کو دیکھ رہے تھے' وہ حواس یکجا کرتے ہوئے باہر نکلی۔ گاڑی کا بمپر ہیڈ لائٹ ٹوٹ گئے تھے جبکہ دائیں طرف سے کافی حصے میں ڈینٹ بھی پڑ گیا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھ کر آپ لوگوں کو نظر آنا بند ہو جاتا ہے۔" موٹر بائیک کا سوار شخص اس کے سر پر کھڑا ہو کر گرجا تو وہ پریشانی سے اس کی پیشانی پر لگے زخم کو دیکھنے لگی۔ لوگوں کا بڑھتا ہجوم دیکھ کر وہ سخت نروس ہو رہی

تھی۔ پولیس اسٹیشن کا نام سن کر اس کے آنسو نکل آئے۔ وہ جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھی۔ موبائل نکال کر اس نے آفاق کا سیل نمبر ملایا' وہ آف تھا۔ اس کے روم کا نمبر بھی بزی تھا۔ اس نے حسن کو فون کیا۔

"حسن بھائی! آفاق کا موبائل کیوں آف ہے؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"خیریت بھابھی! وہ میرے ساتھ ہے۔" وہ کچھ پریشان ہو کر بولا۔

"انہیں فون دیں۔"

"ہیلو عیشہ! کیا ہوا؟" وہ حیران ہونے سے زیادہ پریشان ہوا تھا۔

"آفاق۔" وہ ایک دم رونے لگی۔

"کیا ہوا عیشہ!"

"گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔"

"تم ٹھیک تو ہو۔" وہ گھبرا گیا۔

"آپ یہاں آ جائیں۔" اسے ایڈریس بتا کر اس نے فون بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد گاڑی سے نکلتے آفاق اور حسن کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

"تمہیں چوٹ تو نہیں آئی؟" آفاق تیزی سے اس کے قریب آیا اور بے چینی سے اس کا جائزہ لیا۔ اس نے روتے ہوئے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم ایسا کرو بھابھی کو لے جاؤ میں یہ معاملہ نمٹا کر آتا ہوں۔" عیشہ کی گھبرائی ہوئی شکل اور کافی تعداد میں کھڑے لوگوں کو دیکھ کر حسن نے آفاق سے کہا تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی طرف آ گیا۔

"بس اب آرام سے لیٹ جاؤ۔" اسے بیڈ پر بیٹھا دیکھ کر وہ خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ لیکن وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ جب کہ رکے ہوئے آنسو پھر بہنے لگے۔

"عیشہ ایسے کیوں رو رہی ہو؟ کہیں چوٹ لگی ہے تو مجھے بتاؤ۔" وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"آپ کی گاڑی۔" اس کا دماغ وہی اٹکا ہوا تھا۔

"گاڑی تم سے زیادہ تو نہیں ہے' میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم ٹھیک ہو۔ گاڑی ٹھیک بھی ہو سکتی ہے' نئی بھی آ سکتی ہے لیکن اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں نئی عیشہ کہاں سے لے کر آتا۔" وہ آخر میں شرارت سے بولا تو اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔

میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا آفاق!" وہ صرف ایک لمحے کے لیے حیران ہوا تھا۔ پھر اس کے گرد اپنے بازو پھیلا لیے۔

"میں جانتا ہوں عیشہ!" دروازے پر ہونے والی دستک پر عیشہ نے اپنا سر اس کے کندھے سے اٹھا لیا تو وہ ایک نظر اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سامنے کھڑے حسن کو اس نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تو وہ بوکھلا کر رہ گیا۔ اس کے پیچھے گھبرائی ہوئی زریں اور سرخ چہرہ لیے صومیہ بھی اندر داخل ہوئے۔

"اب کیسی طبیعت ہے بھابھی؟" حسن کے پوچھنے پر اس نے سنبھل کر اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہیں چوٹ تو نہیں آئی؟" زریں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا تو اس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلا دیا۔ آفاق کے سیل پر بیپ ہوئی تو سب اسے دیکھنے لگے۔

"آ رہا ہوں۔" وہ سیل فون بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب تمہیں کہیں بھی اکیلے جانے کی ضرورت نہیں۔ ڈرائیور کے ساتھ جانا' ورنہ مجھے کال کر لیا کرو۔ لیکن اکیلے بالکل نہیں۔" اس کے انداز پر حسن قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تو وہ مسکراتے ہوئے واپس مڑ گیا۔ جب کہ اس کی نظریں ان قدموں پر جا رکیں جن کے نشان وہ قالین کی بجائے کہیں اور ثبت ہوتے محسوس کر رہی تھی۔ اس کے نکلتے ہی وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں داخل ہوتے ہی آفاق کے مخصوص پرفیوم نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا۔

"آنٹی کہہ رہی ہیں۔ حسن بھائی کا فون آیا ہے' وہ لوگ آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔ آپ صومیہ کو بیوٹی پارلر سے لے آئیں۔"

"ڈرائیور نہیں گیا؟" وہ ہینگر سے کوٹ اتارتے ہوئے بولا۔

"کسی کام سے گیا ہے۔"

"تم تیار نہیں ہوئیں؟"

"جی بس جا رہی ہوں۔" وہ ڈھیلے قدموں سے چلتی ہوئی اندر آ گئی۔

"یہ اچھا لگے گا۔" وہ غائب دماغی سے ہینگر الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ جب آفاق کی آواز پر اس کا ہاتھ رک گیا۔ وہ میرون سوٹ نکال کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی غائب دماغی دیکھ کر وہ اس کے قریب آگیا۔ خوشبو اس کے حواسوں سے ٹکرائی تو وہ چونک کر سنبھلی۔

"میں کتنے دنوں سے محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت چپ چپ رہنے لگی ہو۔ جہاں میں ہوتا ہوں وہاں سے چلی جاتی ہو۔ مجھ سے ناراض ہو؟" اس کے پیار بھرے انداز پر بڑی مشکل سے اس نے خود کو کمزور پڑنے سے روکا۔

"نہیں۔"

"پھر کسی نے کچھ کہا ہے؟" وہ اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا کر جھکا لیا تھا۔

"دیر ہو رہی ہے آپ صومیہ کو لے آئیں۔" وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف مڑ کر چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔ وہ کچھ دیر آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھتا رہا۔

"تم بھی تیار ہو جاؤ۔" اس کے سر ہلانے پر وہ باہر نکل گیا تو وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔ ہر طرف وہی خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس نے دیوار سے ٹیک لگالی۔

آج صومیہ کی منگنی تھی۔ حسن کے بھائی پرویز سے۔ وہ بہت حیران ہوئی تھی کہ وہاب کی بجائے پرویز اور حیرت کا دوسرا جھٹکا اسے پرویز کو دیکھ کر لگا۔ جو عام سی شکل و صورت کا تھا۔ وہ اپنی حیرت کے باوجود کچھ پوچھ نہیں سکی۔ صومیہ بار بار کھوجتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی اور وہ اس کی نظریں محسوس کر کے بھی خاموش تھی۔ وہ اپنی کیفیت سے پریشان تھی۔ اسے لگتا تھا آفاق اس کے دل و دماغ پر حاوی ہو رہا ہے۔ ہر گزرتا دن اسے اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ اسے خود سے ڈر لگنے لگا تھا۔ وہ کمزور پڑ رہی تھی۔

"عیشہ....!"

"جی۔" زریں کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ "تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" انہوں نے حیرت سے اس کا حلیہ دیکھا۔

"جی بس جا رہی تھی۔" وہ جلدی سے واش روم میں گھس گئی۔

☼ ☼ ☼

حسن سے باتیں کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے اس پر بھی نظر ڈال رہا تھا۔ جو اس کے پسند کیے ہوئے میرون سوٹ میں کھلے بالوں کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ لیکن اس کے بار بار دیکھنے کی وجہ اس کی نظریں تھیں۔ جنہوں نے اسے عجیب سے احساس میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ کوشش کے باوجود اپنی نظریں اس پر سے ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

"کھانا کھایا تم نے؟" وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"جی۔" اس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر نظریں چرا لیں۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اسے اٹھتا دیکھ کر وہ بے ساختہ بولا۔

"آنٹی کے پاس۔" عجیب کترایا ہوا انداز تھا۔ آفاق نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہو؟"

"نہیں تو...." وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو پھر بیٹھ جاؤ۔" اس نے دوبارہ اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ اور خود اس کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا جبکہ وہ گم صم سی اس کے ہاتھوں کی گرفت میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد سارا وقت وہ بے چین رہی' اور اپنے کمرے تک آتے آتے وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر وہ غور سے اپنا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تم ٹھیک تو ہو عیشہ!" دروازہ بند ہونے پر اس نے سر اٹھایا۔ اپنے پیچھے نظر آتے آفاق کے عکس پر اس کی نظریں جم گئیں یہاں تک کہ وہ اس کے بالکل پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ ان نظروں کا رنگ آج بہت مختلف تھا۔ شاید یہ رنگ اس کی اپنی نظروں کی وجہ سے تھے۔

"یہ شخص تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت پر تمہارا حق ہے۔" دل نے نرمی سے سمجھایا' جب کہ اس کے وجود سے اٹھتی خوشبو اسے اپنے حصار میں لے رہی تھی۔ ان آنکھوں میں اس کے لیے اتنی شدتیں تھیں کہ اس کا دل ان پناہوں میں جانے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ اس نے بے اختیار اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ اپنے گرد پھیلے پیار بھرے حصار کو وہ پوری طرح محسوس کر سکتی تھی۔

اچانک ہونے والی سیل فون کی بیپ پر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی اور اس حصار کو توڑ کر پیچھے ہٹی۔ آفاق نے موبائل کوٹ کی جیب سے نکالا۔ اسکرین پر حسن کا نمبر دیکھ کر اس نے بے اختیار دانت پیسے۔

"ہمیشہ غلط وقت پر انٹری دیتا ہے۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے فون بند کر کے عیشہ کا چہرہ دیکھا جو سپاٹ ہو چکا تھا۔

"عیشہ۔" وہ اس کی طرف بڑھا لیکن وہ تیزی سے اس کے پہلو سے نکلتی ہوئی واش روم میں داخل ہو گئی۔ اس کا پورا چہرہ جل رہا تھا۔ آنسو بہتے چلے گئے۔

جب وہ منہ دھو کر باہر نکلی تو آنکھوں کے ساتھ پورا چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔

"تم کس کو سزا دے رہی ہو عیشہ! مجھے یا خود کو؟" آفاق کی الجھی ہوئی آواز پر چادر ٹھیک کرتا اس کا ہاتھ ایک لمحے کو رکا۔ لیکن پھر اسے دیکھے بغیر اس نے چادر منہ پر لے لی۔ جب کہ وہ کتنی دیر تک صوفے کو دیکھتا رہا۔

☼ ☼ ☼

"آپ نے مجھے بلایا تھا۔" عیشہ نے فرحت کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔ چہرہ کیوں اتنا اترا ہوا ہے؟" فرحت نے تشویش سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں' آپ بتائیے۔" وہ قدرے مسکرا کر بولی۔

"دراصل کل تمہارے تایا اور تائی آئے تھے وہاب کے لیے۔" وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ "حبیبہ کا رشتہ لے کر۔" عیشہ نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا۔ وہ اس کے ردعمل کا انتظار کر رہی تھیں۔ لیکن اس نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگالی۔

"تم کچھ کہو گی نہیں؟" وہ بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"میں کیا کہوں' جو آپ کو مناسب لگے۔ ویسے حبیبہ سے ضرور پوچھ لیں۔" فرحت کتنی دیر حیرت سے اسے دیکھتی رہیں۔ ان کا خیال تھا وہ طوفان اٹھا دے گی۔

"حبیبہ سے پوچھا تھا' لیکن وہ کچھ بولتی ہی نہیں۔ شاید تمہاری وجہ سے منع کر رہی ہے۔"

"میری وجہ سے' کیوں؟" اس نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔

"پاگل ہے۔" پھر جیسے سمجھ آنے پر سر جھٹکا۔

"میں بات کروں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ اطمینان سے مسکرائی تو وہ حیران ہوتے ہوئے کچن میں چلی گئیں۔ جب کہ وہ ایک بار پھر آفاق کو سوچنے لگی۔

ڈور بیل کی آواز پر فرحت باہر نکلیں تو اس نے آنکھیں کھول دیں اندر آتے وہاب کو دیکھ کر اس نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ وہاں کوئی احساس نہیں تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر سیدھی ہو گئی۔

"چلو وہاب! آج تم سے نفرت کا رشتہ بھی ختم ہوا۔" وہ جیسے ہلکی پھلکی ہو گئی۔ اس کی مسکراہٹ نے وہاب کے ساتھ فرحت کو بھی اچنبھے میں ڈال دیا۔

"تمہارے چاچو سو رہے ہیں' تم بیٹھو میں آتی ہوں۔" فرحت اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود کچن میں چلی گئیں۔

"کیسی ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ آفاق سر نے مجھے دوسری برانچ میں اپائنٹ کر لیا ہے۔"

"اس فارمیلیٹی کی ضرورت نہیں' بلکہ مجھے اپنی حرکت پر افسوس ہے۔"

"تم مجھ سے ناراض ہو؟" وہاب اس کی طرف دیکھ رہا تھا' جو بہت مختلف لگ رہی تھی۔

"نہیں۔"

"تمہیں مجھ پر کوئی غصہ نہیں؟" وہ حیران ہوا۔

"تھا' پر اب نہیں۔ کیونکہ جو تم نے کیا اس میں تمہارا بھی قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا چاہتے تھے کیونکہ یہ تو پہلے دن سے طے تھا کہ آفاق میرا نصیب ہیں۔ لیکن وجہ تم اور صومیہ بنے۔ اچھا ہوا جو ہوا۔ خیر چھوڑو' امی بتا رہی تھیں کہ تایا ابو اور تائی امی آئے تھے۔" وہاب نظریں چرانے لگا۔

"امی ابو چاہتے ہیں جب کہ میں خود کوئی فیصلہ نہیں کر پایا' میں شاید تمہیں نہیں بھول سکتا۔" وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے بھول سکتی ہو؟" وہاب کے لہجے پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ جسے وہ کوئی نام نہ دے سکا۔

"تم غلط سوچ رہے ہو۔ ہاں پہلے مجھے بہت دکھ ہوا تھا۔ ظاہر سی بات ہے اتنے سال ہماری بات رہی' انسیت ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن وہ صرف انسیت تھی تم نے ہی کہا تھا کہ ہم کبھی ایک نکتے پر متفق نہیں ہوئے۔ وہ اس لیے کہ ہم میں محبت نہیں تھی۔ ورنہ تم کبھی کمزور نہ پڑتے۔ اور نہ ہی

آج میں خوش ہوتی۔ محبت کیا ہوتی ہے یہ میں نے آفاق سے سیکھا ہے۔ تم اکثر کہا کرتے تھے جس محبت کی شدت کی میں متقاضی ہوں' وہ اب بس افسانوی باتیں بن کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ افسانہ بھی تو حقیقت کے پہلو سے جنم لیتا ہے۔ تمہاری سوچ غلط تھی وہاب! ایسی محبت اب بھی ہوتی ہے۔ آفاق نے مجھ سے ویسی ہی محبت کی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ محبت دی ہے جو میری سوچوں میں تھی۔"

اس کے چہرے پر اتنے خوبصورت رنگ تھے کہ اس کا وجود جل اٹھا۔ عیشہ نے چونک کر اس کا ضبط کے مارے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

"اگر تمہارے دل میں کوئی جذبہ ہے تو بھول جاؤ۔ صرف اتنا یاد رکھو کہ میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی۔ صرف ایک شخص سے محبت کی ہے جس کا نام آفاق ہے' اور اسی سے کرتی رہوں گی۔" وہ بہت مضبوط لہجے میں بولی۔

"اور ہاں حبیبہ بہت اچھی ہے۔ گھر بنانا جانتی ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی اس سے مخلص رہو اور اس بار کسی بھی صومیہ کے لیے حبیبہ کو نہ کھونا۔"

بات کے اختتام پر اس نے ایک گہری نظر وہاب کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر ڈالی' جہاں کچھ کھونے کا احساس بہت نمایاں تھا۔ وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

لپ اسٹک لگاتے ہوئے اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ اس نے تیزی سے ہاتھ چلانے شروع کر دیے۔

بالوں میں برش کر کے اس نے انہیں کھلا چھوڑ دیا۔ کیونکہ آفاق کو اس کے کھلے بال پسند تھے۔ آج شادی کے گیارہ ماہ بعد وہ دل سے تیار ہوئی تھی صرف آفاق کے لیے۔

باہر بجنے والی بیل پر اس کا دل دھڑک اٹھا۔ دوپٹہ لیتے ہوئے وہ باہر آگئی۔ وہ حبیبہ سے باتیں کرتے ہوئے اندر آرہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی حیران ہو کر چپ ہو گیا۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں حبیبہ نے بھی دیکھا۔ ان دونوں کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اندر آگئی۔ جب وہ چائے لے کر آئی منظور صاحب' آفاق کو حبیبہ اور وہاب کی منگنی کا بتا رہے تھے۔ حبیبہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا لیکن وہ بڑے مگن سے انداز میں چائے پی رہی تھی۔

"اچھا انکل! اجازت۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

اس نے مسکرا کر عیشہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی کھڑی ہو گئی۔

"باجی آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" حبیبہ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے بڑے پیار سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"جانتی ہوں' تمہارے آفاق بھائی کی نظریں بتا رہی تھیں۔" اس کے کھلکھلانے پر حبیبہ نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

"اب تم بھی اچھے بچوں کی طرح ہاں کر دو اور امی کو زیادہ تنگ نہ کرو۔" حبیبہ کا چہرہ رونے والا ہو گیا۔

"پاگل ہو تم حبیبہ! اگر تمہیں میری ناراضی کا ڈر ہے تو یہ ڈر دل سے نکال دو۔ میرے دل میں وہاب کے لیے کوئی جذبہ نہیں۔ ہاں لیکن تمہارے حوالے سے قابل احترام رہے گا۔ وہ ایک بار ٹھوکر کھا چکا ہے۔ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ اور مجھے یقین ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔" حبیبہ کا سرخی مائل چہرہ دیکھ کر وہ ہنسنے لگی۔

"اب کوئی فضول سوچ نہ پالنا' اللہ تعالیٰ نے وہاب کو تمہارے نصیب میں لکھا تھا۔" حبیبہ کا گال تھپتھپا کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

"آپ آفاق بھائی کے ساتھ خوش ہیں؟"

"بے حد۔" اس کے پر یقین انداز پر حبیبہ کے دل میں اٹکی آخری پھانس بھی نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"میرا خیال تھا تم پھر غصہ کرو گی کہ میں کیوں آگیا۔" گاڑی چلاتے ہوئے آفاق نے اسے دیکھا۔

"مجھے پتا تھا غصہ کرنے کا فائدہ کوئی نہیں۔" اس کی بات پر وہ ہنس پڑی۔

"آج بہت خوش لگ رہی ہو' کیا اس کی وجہ حبیبہ کی منگنی ہے؟"

"ایک وجہ یہ بھی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"اور دوسری؟" وہ حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ جو جواب دینے کی بجائے اپنے دوپٹے پر لگے موتیوں پر ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔

"آج میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں اتنی دور لے جاؤں

جہاں کوئی نہ ہو۔" عیشہ نے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔ جہاں شرارت بکھری تھی۔

"ایسی جگہ اب تو کہیں نہیں۔" وہ بھی شرارت سے بولا۔

"ایک جگہ ہے جہاں صرف میری محبتیں ہیں' چاہتیں ہیں' تم ہو' میں ہوں اور کوئی نہیں وہاں چلو گی؟" آفاق کے گمبھیر لہجے پر اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔

"آپ لے جائیں گے تو ضرور چلوں گی۔" اس کے کہنے کی دیر تھی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ آفاق نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جہاں صرف اس کا عکس تھا۔ آج وہ اسے حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"کبھی کبھی میں تمہیں سمجھ نہیں پاتا۔" آفاق کے لہجے میں الجھن محسوس کر کے وہ زور سے ہنس پڑی۔

"گاڑی چلائیں۔" اسے گھورتا دیکھ کر اس نے بمشکل اپنی ہنسی کو قابو میں کیا۔ تو وہ مسکراتا ہوا گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"ارے۔" زریں نے خوشگوار حیرت سے اس کے سجے ہوئے روپ کو دیکھا۔

"اکیلی آئی ہو؟" انہوں نے اسے ساتھ لپٹاتے ہوئے پوچھا۔

"آفاق کے ساتھ آئی ہوں۔"

"کہاں ہے وہ؟" انہوں نے اس کے پیچھے دیکھا۔

"کہہ رہے تھے ابھی آتا ہوں۔"

"اچھا ہوا تم لوگ آگئے' میں اپنے کمرے میں جانے والی تھی' یہ پیپرز حسن دے کر گیا ہے۔ آفاق کو دے دینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے وہ کاغذ تھام لیے۔

"تمہارے ڈرامے کی ابھی کتنی قسطیں باقی ہیں؟" صومیہ کی تلخ آواز پر اپنے کمرے کی طرف بڑھتے اس کے قدم رک گئے۔ وہ ماتھے پر شکنیں لیے اس کی طرف مڑی۔

"یہ روپ بھی تم نے میرے بھائی کو تکلیف دینے کے لیے بھرا ہو گا۔" صومیہ نے اس کے چہرے اور کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"کتنی پتھر ہو تم عیشہ میں نے تو ایک غلطی کی تھی تم بار بار غلطی کر رہی ہو۔"

"میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔" وہ غصے سے پلٹی۔

"پر مجھے کرنی ہے۔ مبارک باد دینی ہے تمہیں۔ جو تم

وہ خبطی سی دیوانی سی
ایک خبطی سی لڑکی کی کہانی
آسیہ سلیم قریشی کا ایک ایسا ناول جو خواتین ڈائجسٹ میں قسط وار چھپا اور بے حد مقبول ہوا آج بھی ہر لڑکی، ہر خاتون یہ ناول پڑھنا چاہتی ہے
اب کتابی صورت میں چھپ گیا ہے
مجلد، خوبصورت سرورق، قیمت 400 روپے
خواتین ڈائجسٹ
اردو بازار کراچی
ملنے کا پتا
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی
• لاہور اکیڈمی، 205 سرکلر روڈ بیرون اردو بازار، لاہور

چاہتی تھیں وہ سب ہو رہا ہے۔ یہ جو کاغذ ہیں نا تمہارے ہاتھ میں۔ جانتی ہو کسی چیز کے ہیں۔" عیشہ نے حیرت سے ان کاغذات کو دیکھا۔

"بھائی نے فیکٹری اور فلیٹ، جو ان کا تھا تمہارے نام کردیا ہے۔" عیشہ کے ہاتھ کانپنے لگے۔

"میں نہیں جانتی اس دن بھائی نے میری بات سن لی تھی۔ یا تم نے میری شکایت کی' لیکن اس سب کے پیچھے کوئی وجہ تو ضرور ہے۔ اب اور کیا باقی ہے۔ عیشہ! میرے بھائی کو مجھ سے دور کردیا تم نے۔ آج پہلی بار بھائی کو تمہاری وجہ سے میری برتھ ڈے یاد نہیں رہی۔ کیونکہ ان کو بس یہی یاد تھا کہ تمہیں لینے جانا ہے۔" وہ اب رو رہی تھی۔

"تم جیت گئی ہو۔ میں نے تمہارا منگیتر چھینا تھا۔ یقین کرو' مجھے تم اس کی بہت بڑی سزا دے چکی ہو۔ میں تو اس گھڑی کو پچھتا رہی ہوں' جب میں نے وہاب کو دیکھا تھا۔ میرا اب اس سے کوئی واسطہ نہیں میں....." صومیہ ایک دم ساکت ہوگئی۔ خاموش کھڑی عیشہ کو کسی انہونی کا احساس ہوا تھا اس نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ساکت کھڑے آفاق کو دیکھ کر وہ سن سی رہ گئی۔

حقیقت، بہت غلط وقت پر سامنے آئی تھی۔ جب سب ٹھیک ہو رہا تھا۔ ان تینوں میں سب سے پہلی حرکت آفاق میں پیدا ہوئی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا ڈبہ صومیہ کی طرف بڑھا دیا۔

"سالگرہ مبارک ہو۔"

صومیہ کے سر جھکانے پر اس نے ڈبہ صوفے پر رکھ دیا۔ اس کے مڑتے ہی عیشہ کی جھکی نظریں بے اختیار صومیہ کی طرف اٹھیں۔ وہ برستی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ تیزی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آگئی' اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے مخاطب کرے۔ اسے کھڑا دیکھ کر آفاق نے خود ہی سر اٹھایا۔ اس کی نظروں میں آج بھی اس کے لیے نفرت یا ناراضی نہیں تھی۔ کچھ ایسا احساس تھا کہ اس کی نظریں جھک گئیں۔

"یہ..." عیشہ نے جھجکتے ہوئے کاغذات اس کی طرف بڑھائے۔

"یہ [illegible] لیے ہیں رکھ لو۔" وہ ایک نظر اسے دیکھ کر موبائل پر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"آپ کچھ کہیں گے نہیں؟"

"کیا کہوں۔" وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں پانی بھرتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بس اتنا کہوں گا کہ جو میں نے سنا اس کو سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں سوچ رہا ہوں' میری اتنی محبت تم پر اسی لیے اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ اسی لیے تمہاری آنکھوں میں مجھے محبت کی جگہ کوئی اور رنگ نظر آتا تھا۔ آج پتہ چلا تمہاری آنکھوں میں وہ احساسِ نفرت کا تھا اور یہ سوچ کر مجھے پہلی بار خود سے نفرت ہو رہی ہے۔"

عیشہ نے ہونٹ بھینچ کر اپنی سسکی کو روکا۔ وہ مزید بات کیے بغیر باہر نکل گیا۔ جب کہ وہ کتنی دیر تک یونہی کھڑی رہی۔

"میں محبت کرتی ہوں آپ سے آفاق! بہت زیادہ۔" کچھ دیر بعد وہ دھیمی آواز میں بولی۔ لیکن سننے والا جا چکا تھا۔ وہ بے دم ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اب کیا ہوگا۔ کیا آفاق مجھے چھوڑ دے گا۔" اس خیال نے اس کے اندر باہر ہلچل مچادی۔

"میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رونے لگی۔

☼ ☼ ☼

صبح جب اس کی آنکھ کھلی اس نے بے ساختہ بستر کی طرف دیکھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ لیکن بستر کی شکنیں اور اس پر پھیلا ہوا کمبل ظاہر کر رہے تھے وہ کمرے میں آیا تھا' وہ سلیپر پہن کر تیزی سے باہر نکلی۔ لاؤنج میں کوئی نہیں تھا حتیٰ کہ کچن میں بھی سناٹا تھا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں صبح کے سات بج رہے تھے۔ سارا گھر دیکھنے کے بعد جب وہ اسے نہ ملا تو اس کی پریشانی میں حد درجہ اضافہ ہوگیا۔ وہ پورچ کی طرف آئی مگر ساری گاڑیاں موجود تھیں۔ جب ہی لان کے آخری سرے پر اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ وہ اس طرف بڑھنے لگی۔

"مجھے معاف کردیں بھائی! میں مانتی ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" صومیہ کی بھرائی ہوئی آواز پر وہ رک گئی۔

"یہ غلطی نہیں صومیہ! گناہ ہے۔" آفاق کی سنجیدہ آواز پر اس نے دیوار سے ٹیک لگالی۔

"لیکن بھائی' عیشہ نے بھی تو غلط کیا ہے۔"

"وہ صرف تمہارے عمل کا ردِ عمل تھا۔"

"آپ مجھے غلط کہہ رہے ہیں؟" وہ اب زور زور سے رونے لگی تھی۔

"صومیہ! رونا بند کرو۔ تم جانتی ہو تمہارے رونے سے مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔"

"اور آپ بھی جانتے ہیں کہ میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کرسکتی۔ ساری رات میں ایک منٹ کے لیے نہیں سو سکی۔ میں مانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں' آپ کو اب کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ بس آپ مجھے معاف کردیں۔ میں عیشہ سے بھی معافی مانگ لوں گی۔"

"میں تم سے ناراض تھا لیکن اب نہیں' کیونکہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔" عیشہ نے تھوڑا جھانک کر دیکھا وہ اسے ساتھ لپٹائے اس کا سر تھپک رہا تھا۔

"آپ عیشہ سے بھی ناراض ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیوں....؟" صومیہ نے حیرت سے سر اٹھایا۔

"پتا نہیں۔" عیشہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔ لیکن اس کے لہجے کی بے بسی اس نے واضح طور پر محسوس کی تھی۔" وہ گہرا سانس لے کر پیچھے ہٹی۔

"میں عیشہ سے بہت پیار کرتا ہوں صومیہ! آئندہ اسے ہرٹ کرنے سے پہلے ایک بار یہ ضرور سوچ لینا کہ تمہارے بھائی کے جینے کی وجہ ہے وہ۔" وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن مزید سننا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ اس نے ہزار بار خود کو ملامت کی۔ اس نے کیسے اس شخص کی محبت کو کمزور سمجھ لیا' کیسے؟

☼ ☼ ☼

جب وہ اندر داخل ہوا تو وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے انہیں دیکھ رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آفاق کے دل کو کچھ ہوا وہ اس کی طرف بڑھا لیکن وہ اسے بات کرنے کا موقع دیے بغیر ڈریسنگ روم میں داخل ہوگئی پھر اس کے کپڑے بیڈ پر رکھ کر خود دروازے کی طرف بڑھی۔

"عیشہ....." آفاق کی آواز پر وہ رک گئی۔

"میں جانتا ہوں' تم صومیہ کی وجہ سے ہرٹ ہوئی ہو۔ لیکن اسے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ کیا تم اسے معاف کردوگی۔ میری خاطر؟" آفاق اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ تو اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں صومیہ سے ناراض نہیں ہوں۔" وہ جواب دے کر باہر نکل آئی۔ جب کہ وہ اس سے خفا تھی۔

"صومیہ سے پیار تھا۔ اسے ڈانٹا بھی' ناراض بھی ہوئے جب کہ مجھ سے کچھ پوچھا ہی نہیں۔ معافی بھی مانگنے کا موقع نہیں دیا۔" اپنے دل میں چور تھا اس لیے ہر بات اسے بری لگ رہی تھی۔ آفاق کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلیم کو ناشتا لگانے کو کہا۔

"تم کہاں جا رہی ہو' ناشتا....." آفاق نے حیرت سے اسے باہر نکلتے دیکھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" صومیہ نے بے ساختہ اپنے بھائی کو دیکھا جس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔

"بھائی ناشتہ!" اسے اٹھتا دیکھ کر وہ بولی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اسے باہر نکلتا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

دستک پر اس نے مڑ کر دیکھا جہاں دروازے پر صومیہ کھڑی تھی۔ وہ چلتی ہوئی اس کے مقابل آگئی۔ "میں جانتی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا
شائع ہوگیا ہے
خوبصورت سرورق، آفسٹ چھپائی، مضبوط جلد،
قیمت 600 روپے
پتا ذیل سے خریدیں
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ، اردو بازار کراچی
• احمد نیوز ایجنسی، فریئر مارکیٹ کراچی
• سلطان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ لاہور
• اشرف بک ایجنسی راولپنڈی • مہران نیوز ایجنسی حیدرآباد
بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتا مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

ہوں عیشہ! میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ میں نے غلطی کی لیکن میری غلطی کی سزا میرے بھائی کو تو نہ دو۔ وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

پلیز عیشہ! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" صومیہ کے ہاتھ جوڑنے پر اس نے بے اختیار اس کے ہاتھ تھامے۔

"میں تم سے ناراض نہیں صومیہ! کیونکہ تم آفاق کی بہن ہو' اور آفاق سے جڑے ہر رشتے کی میں عزت کرتی ہوں۔"

"صرف عزت کی خاطر معاف کر رہی ہو؟" اس کی کھوجتی نظریں محسوس کر کے وہ بے اختیار مسکرائی۔

"نہیں اس محبت کی خاطر معاف کر رہی ہوں' جو مجھے آفاق سے ہے۔ میں تو نفرت لے کر آئی تھی' لیکن تمہارے بھائی تو سراپا محبت ہیں۔ پھر ان کے ساتھ رہ کر کوئی کیسے ان سے نفرت کر سکتا ہے۔" صومیہ کتنی ہی دیر اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی۔

"تم بہت اچھی ہو عیشہ! میں وعدہ کرتی ہوں آئندہ تمہیں میری وجہ سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" وہ ایک دم اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

"تم بھی مجھے معاف کر دو صومیہ!" عیشہ نے بھی اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

✡ ✡ ✡

لاؤنج کے دروازے تک پہنچ کر وہ رک گئی تھی۔ جب کہ نظریں گیٹ کے پاس کھڑی صومیہ اور زرین پر تھیں جو حسن کی فیملی کو سی آف کر رہے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کب اور کیسے صومیہ اور وہاب ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور کیسے ان دونوں کے راستے الگ ہوئے۔ حالانکہ وہ شروع سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ لیکن چلے۔ کیونکہ ان دونوں کے چلنے سے آفاق اور اس کے راستے ایک ہونے تھے۔ اس نے صومیہ سے پوچھا تھا کہ اس نے وہاب کو کیوں چھوڑا۔ تو اس نے کہا تھا کہ خوبصورتی سب کچھ نہیں ہوتی۔ دوستی کی حد تک ٹھیک ہے' لیکن شادی نہیں۔ کیونکہ جن آسائشوں کی وہ عادی ہے۔ وہاب وہ سب کچھ اسے کبھی نہیں دے سکتا۔ وہاب سے بھی اس نے پوچھا تھا۔ اس کا کہنا تھا جو لڑکی اس سے دوستی کر کے ہونلنگ کر سکتی ہے۔ وہ کل کو کسی اور کے ساتھ بھی جا سکتی ہے۔ جب کہ بیوی کے بارے میں اس کے خیالات بہت مختلف ہیں۔ وہ دونوں اپنے دائروں میں سمٹ گئے تھے۔ شاید نفس کا طوفان جتنی جلدی چڑھتا ہے۔ اتنی ہی جلدی اتر بھی جاتا ہے۔ اس نے سوچا اور پھر سر جھٹکتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ آفاق کو سوچنے لگی۔ ساتھ ہی اسے اپنا صبح کا رویہ اور آفاق کا اترا ہوا چہرہ یاد آیا تو وہ بے چین ہو گئی۔

"آج میں آفاق کو بتا دوں گی کہ میں ان سے کتنا پیار کرتی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنا چہرہ کشن پر ٹکا دیا۔ صومیہ گرنے والے انداز میں اس کے قریب صوفے پر بیٹھی تو وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔

"بدتمیز۔" اس کے ڈرنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ڈر گئیں؟"

"نہیں بڑا مزہ آیا۔" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔ تو صومیہ نے اسے ساتھ لپٹا لیا۔

اپنے کمرے میں جاتی زرین ایک پل کو ٹھٹھک گئیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہنس رہی تھیں۔ ان کے اندر باہر سکون اترنے لگا' وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"عیشہ! تم نے مجھے معاف کر دیا نا!" صومیہ کے درد بھرے انداز پر اس نے بے اختیار دانت پیسے۔

"صبح سے بیس بار تم مجھ سے پوچھ چکی ہو اور بار بار معافی مانگ کر کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو۔ اب خدا کا واسطہ ہے تنگ نہ کرو۔ مجھے پہلے ہی بہت غصہ آ رہا ہے۔"

"کس پر؟" صومیہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"تمہارے بھائی پر۔"

"کیوں' میرے بے چارے بھائی نے کیا کیا؟"

"ٹائم دیکھ رہی ہو۔ ساڑھے دس بج رہے ہیں۔"

"اچھا' تو یہ بات ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"فون کر کے پتا کر لو۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے؟" وہ لاپروائی سے بولی۔

"کیا کہتے ہیں؟" صومیہ کے فون بند کرتے ہی اس نے بے اختیار پوچھا۔

"حسن بھائی کے ساتھ گئے ہیں۔" اور عیشہ کا موڈ آف ہونے لگا۔

"تمہیں نیند آ رہی ہے۔" اسے جمائی روکتا دیکھ کر صومیہ نے غور سے اس کی سرخ آنکھیں دیکھیں۔

"ہاں' رات کو بھی ٹھیک طرح سے نہیں سوئی۔"

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" بالآخر رات گیارہ بجے وہ صومیہ سے کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"خود کو سمجھتے کیا ہیں۔" صوفے سے تکیہ اٹھا کر بیڈ پر پٹختے ہوئے وہ غصے سے بڑبڑائی۔ نیند میں گم ہونے سے پہلے وہ اس سے سخت ناراض تھی۔

✡ ✡ ✡

"تم اب تک سوئیں نہیں۔" آفاق نے حیرت سے صومیہ کو دیکھا۔ اور پھر گھڑی کو جہاں ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔

"بس جا رہی تھی۔"

"عیشہ سو گئی؟"

"جی' آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ بڑے غصے میں اندر گئی ہے۔" صومیہ کے شرارتی انداز پر وہ حیران ہوتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ لیکن اندر اس کی حیرت سکتے میں بدل گئی۔ اس نے بڑی مشکل سے پلکیں جھپکیں' لیکن سامنے کے منظر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔ وہ خوابیدہ وجود واقعی ایک حقیقت تھا۔ لیکن بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ اس کا دل چاہا وہ اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دے اور پوچھے کیا میری سزا ختم ہوئی۔ اور واقعی اگلے پل اس نے اس کا کندھا زور سے ہلایا تھا۔ اس کی پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ آفاق کا چہرہ نظر آتے ہی اسے یاد آیا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔ وہ جھٹکے سے اٹھی۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی آفاق نے اسے بازو سے تھام لیا۔

"سوری' مجھے دیر ہو گئی۔"

"اب بھی آنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس کی ناراضی پر آفاق نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ اس کی اتنی قربت پر وہ گھبرا کر خود کو چھڑانے لگی۔

"صبح سے ناراض ہو' اس ناچیز نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کیا ہے؟" وہ گھبراہٹ بھول کر غصے سے بولی۔

"ایک انسان شرمندہ ہے تو ضروری ہے اسے مزید شرمندہ کیا جائے۔" آفاق کی آنکھوں میں حیرت تیرنے لگی۔ "آپ صومیہ سے پیار کرتے ہیں' اس سے غلطی ہوئی، آپ نے اسے ڈانٹا' ناراض ہوئے جبکہ مجھ سے...... آپ کو مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا۔" اس کے روہانسے لہجے پر آفاق نے مسکراتے ہوئے اس کے بکھرے بالوں کو مزید بکھیر دیا۔

"ہاں' صومیہ کی غلطی پر میں ناراض ہوا تھا' ڈانٹا بھی تھا۔ اصولاً "مجھے تم سے بھی ناراض ہونا چاہیے تھا' ڈانٹنا چاہیے تھا اور میں نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میں ایسا کر نہیں سکا۔ میں نے سنا تھا پیار اندھا ہوتا ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے عیشہ! تمہارے لیے میرا پیار واقعی اندھا ہے۔" اور وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ ہر بار اس کی اتنی شدید محبت اسے نئے سرے سے حیران کرتی تھی۔ اس کا دل چاہا' وہ ساری دنیا کو بتائے۔ میں عیشہ' آفاق دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں کیونکہ میرے پاس آفاق نعیم جیسا شخص ہے۔ اس کی محویت پر ان نظروں کا رنگ بدلنے لگا تو اس نے گھبرا کر نظریں ہٹا لیں۔

"بہت برا ہے آپ کا دل۔"

"میرے دل کو برا کہہ کر تم میری عیشہ کی شان میں گستاخی کر رہی ہو۔" وہ شوخی سے بولا۔

"تمہارا دل برا ہے۔"

"جی نہیں' میرا دل آپ کے دل سے زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس میں...... میرے آفاق رہتے ہیں۔"

اور وہ کتنی دیر تک کچھ بول ہی نہیں سکا۔ وہ جانتا تھا' محبت تو وہ اس سے کب سے کر رہی ہے لیکن آج اس کا اقرار اس کی روح تک کو سرشار کر گیا تھا۔

"یہ تمہارے دل نے کیا کیا' تم نے روکا نہیں تھا؟" اس کے لہجے میں شرارت محسوس کر کے اس کا انداز بھی شرارتی ہو گیا۔

"میں نے تو دل کو روکا تھا لیکن آپ کے ساتھ رہ کر کافی خودسر ہو گیا تھا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھاگا بھاگا آپ کی طرف جاتا تھا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

اور ان دونوں کے ساتھ کمرے کے در و دیوار بھی مسکرانے لگے تھے۔